سلسلۂ ادبیات

شبنمِ شاداب

تصنیفِ

ظہیر الدین ظہیرِ تفرشی

بہ تصحیح و اہتمامِ

فشیرہ شبلی محمد نعیم الرحمن، ایم اے

اُستادِ عربی و فارسی جامعۂ الہ آباد

[illegible]

[illegible]

ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۵ء

باہتمام حکیم رمضان علی

مطبع اسرار کریمی، الہ آباد

این کتاب چها دارد

بسم اللہ

تقریب

نحمد اللہ الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم ونصلی علی من ھو افصح العرب والعجم وتکلم بجوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم :

اصفہان ملک ایران کا مشہور و معروف شہر ہے۔ قدماء کے قول کے مطابق وہ اقلیم چہارم کے "نقطۂ اعتدال اور حیز کمال" میں واقع ہے۔ یوں تو اصفہان کا بیان اور وصف عرب جغرافیا نویسوں کی تقریباً ہر کتاب میں موجود ہے، لیکن خصوصیت کے ساتھ اس موضوع پر لکھنے والوں میں حمزہ اصفہانی (چوتھی صدی ہجری)، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ (متوفی ۴۳۰ ہجری) اور مفضل بن سعد مافروخی (پانچویں صدی ہجری) قابل ذکر ہیں۔ حمزہ اصفہانی کی ایک مستقل کتاب "اصفہان" کے عنوان سے مشہور ہے [illegible] مافروخی کی کتاب "محاسن اصفہان" حال ہی میں [illegible] سید جلال الدین حسینی طہرانی کی تصحیح

معجم البلدان [illegible]

سے طہران سے شائع ہوئی ہے۔ ان کے بعد سکندر بیگ ترکمان نے ۱۰۲۵ھ (و بعد) میں اپنی مشہور کتاب تاریخ عالم آرای عباسی لکھی، جو شاہ عباس اعظم صفوی اور اس کے زمانۂ حکومت کے حالات میں ایک مفصل اور نہایت قابل قدر کتاب ہے۔ اس میں مختلف واقعات اور سوانح کے ذکر کے ضمن میں وہ دارالسلطنت اصفہان اور اس کے نواح کا بھی ذکر کرتا ہے، جس سے خاصے اچھے تفصیلی حالات جمع کیے جا سکتے ہیں۔

عباس اعظم اور اس کے سوانح نگار' اسکندر بیگ' کا ایک اور ہم عصر ظہیرالدین تفرشی تھا۔ اس کی نگاہ نے نواح اصفہان کی بہترین اور حسین ترین چیز' یعنی باغ عباس آباد کو انتخاب کیا اور اپنی طبیعت کی تیزی اور قلم کی جولانی کو اس کی تعریف و توصیف کے لیے وقف کر دیا۔ رسالہ شبنم شاداب اسی کے

---

[1] اصل کتاب عربی زبان میں ہے۔ وزیر غیاث الدین محمد ابن وزیر رشید الدین فضل اللہ صاحب جامع التواریخ) کے حکم سے محمد بن عبدالرضا حسینی علوی نے آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں اس کتاب کا فارسی ترجمہ کیا تھا، جس کے دو نسخے اس وقت موجود ہیں: ایک لندن کے عجائب خانے میں اور دوسرا پیرس کے کتب خانے میں۔

قلم کا اعجاز ہے۔ حق یہ ہے کہ باغ عباس آباد کو ظہیر سے بہتر وصاف اور شبنم شاداب سے بہتر بیان نصیب نہیں ہو سکتا تھا، اور غالباً نہیں ہوا۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ زمانے کو اس کی کون سی ادا ناپسند ہوی کہ اس غریب کا نام و نشان بھی مٹا دیا۔ انتہای حیرت کا مقام ہے کہ کسی تذکرہ نویس نے اس کا ذکر تک نہیں کیا، اور اس وقت دنیا کے کتب خانے کی فہرست میں شبنم شاداب کا نام بھی مذکور نہیں ہے۔ جہاں تک میری فرصت اور ہمت نے یاوری کی، میں نے تلاش اور کاوش میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، لیکن بالآخر عاجز ہو کر بیٹھ جانا پڑا۔ میں نے کم و بیش ایک درجن تذکروں میں ظہیر تفرشی کو تلاش کیا، لیکن سوا ناکامی کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ البتہ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی مختصر و مفید کتاب ید بیضا* میں ظہیر تفرشی کے تخلص سے اس کا ذکر کیا ہے۔ علامہ نے بھی اس کا نام نہیں بتایا اور صرف اس قدر لکھا ہے کہ:

"از شعرای تفرش است۔ منہ:

زبان صوفی دل مردہ را حکایت عشق   چو نقش آیت مصحف بود بہ لوح مزار"

---

* اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مجھے مولانا مقبول احمد صمدنی صاحب کی عنایت سے دیکھنے کو ملا تھا۔

علی قلی والہ داغستانی، صاحب ریاض الشعراء نے ظہیرای لاہجی اور ظہیرای نہاوندی کا تو ذکر کیا ہے، مگر ظہیرای تفرشی کا نام تک نہیں لیا۔ صاحب عالم آرای عباسی[1] نے اپنی ضخیم وطویل کتاب میں عباس اعظم کے وقت کے سادات، صلحاء، فقراء، علماء اور شعراء وغیرہم کے باب میں کئی فصلیں صرف کی ہیں، اور ان کے مقام و وطن کے اعتبار سے ان کا ذکر کیا ہے۔ اہل تفرش کے بیان میں صرف تین اشخاص کا ذکر ہے[2]:

(۱) محمد حسین تفرشی کا[3] "کہ از سادات عالی درجات تفرش است و بہ فضایل وکمالات علمی وعملی آراستہ، درفن انشاء وتفنن عبارات واستعارات با مزہ سلیقہ درست ورتبۂ عالی دارد"۔

(۲) میر عبد الغنی[4] تفرشی کا "کہ از اقربای مشار الیہ[5] (است)، د

---

[1] مطبوعہ طہران، سنہ ۱۳۱۴ ہجری۔ آیندہ صفحات میں بھی ہر جگہ اسی ایڈیشن کا حوالہ ہے۔

[2] ایضاً، ص ۵۳۲۔

[3] آزاد بلگرامی (دیدہ بیضا) کا بیان ہے کہ "بظہیر نسبت دودمان نسبت است"۔

[4] یعنی محمد حسین تفرشی۔

در شعر پایۂ بلند داشت" ـــ اور

(۳) میر صحبتی تفرشی[۵] (متوفی ۱۰۷۱ھ) کا، جس کا نام اس سلسلے میں صرف اس لیے لیا ہے کہ اس نے مولانا عبداللہ شوشتری کی وفات کی تاریخ نکالی تھی :

ظہیرای تفرشی "باغ عباس آباد جدید" کا ذکر اس طرح کرتا ہے کہ گویا وہ اس کے سامنے ہی بنایا اور آباد کیا گیا ہے اور بادشاہ اس میں فروکش ہے ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہیر تفرشی عباس اعظم کے زمانے میں زندہ تھا۔ عالم آرای عباسی کا مصنف دور عباسی کے وسط میں پہنچ کر آخر تک ہر سال کے واقعات کے آخر میں اس سال کے "متوفایا" کا ذکر کرتا ہے ۔ لیکن ان تمام اشخاص میں کہیں کسی جگہ ظہیر تفرشی کا نام نہیں آتا ۔ ظاہر ہے ظہیر عباس اعظم کی وفات یعنی سنہ ۱۰۳۸ھ (۱۶۲۸ء) کے بعد تک زندہ رہا ۔ اور چوں کہ عالم آرای عباسی کی تصنیف کی تاریخ (جیسا کہ خود مصنف نے جگہ جگہ بیان کیا ہے) سنہ ۱۰۲۵ھ ہے، اس لیے بھی اس کتاب میں ظہیر تفرشی کی وفات کا ذکر نہیں آسکتا تھا :

جیسا کہ اس کی نسبت سے ظاہر ہے، شبنم شاداب کے مصنف

---

[۵] عالم آرای عباسی، ۷۰۰ (رسالہ کاوس ۷۷) :

ظہیرالدین ظہیر کا وطن تفرش ہے، جو شہر ساوہ سے جنوب مغرب کی سمت میں اُس سڑک پر واقع ہے، جو ساوہ سے کند ہوتی ہوئی دولاس جرد کو جاتی ہے۔ تفرش ان دونوں مقامات کے تقریبًا درمیان میں پڑتا ہے[1]۔

یہ نہایت عجیب و غریب بات ہے کہ تفرشی کی یہ کتاب ایران میں اس قدر گم نام بلکہ بے نشان ہے، مگر ہندوستان میں اسے جو درجۂ قبول حاصل ہوا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ قدیم زمانے سے آج تک ہمارے ہاں فارسی تعلیم کے نصاب میں داخل ہے۔ اگر یہ قیاس بے جا نہیں ہے کہ یہ پیدا ہوتے ہی ہندوستان پہنچ گئی تھی، تو ہمارے ملک میں اس کا اقتدار تین سو برس سے قائم ہے، اور نہ معلوم ابھی اور کب تک باقی رہے گا۔ اصفہان اہل ایران کی نظر میں تمام دنیوں کا جامع تھا۔ اُس کو "نصف جہان" کا خطاب دیا گیا تھا، اور جنت کا نمونہ کہا گیا تھا۔ ان کے اہل قلم نے اس کی اتنی مدح سرائی کی تھی کہ ظہیر تفرشی کی اس مختصر تحریر میں انھیں کوئی خاص اہمیت نظر نہیں آئی۔ بالمحال انھوں نے اس کی طرف سے بے پروائی برتی، اور غالبًا اسی وجہ سے حذف و تصرف،

---

[1] اطلس لغتی ایران، مرتبہ حسین ذنتت ۱۹۵۵ء

دونوں قعرگم نامی میں گر کر کم از کم ایران میں ضرور بے نشان ہو گئے۔
ہندوستان میں خاندان صفویہ کے ہم عصر شاہان مغلیہ تھے۔ ایران
کے علماء اور شعراء کا ایک تانتا لگا رہتا تھا، اور وہ شاہان ہند کی
روزافزوں علم دوستی، قدر شناسی اور قدر افزائی کا شہرہ سن کر برابر
ہندوستان آیا کرتے، اور دربار شاہی میں باریاب ہو کر خود اس کا
تجربہ کرتے تھے۔ یہاں وہ ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے تھے اور ہر طرح
کی سرفرازیاں حاصل کرتے تھے۔ تیموری خاندان کے یہ تاجدار عالمگیر
اعظم کے سواء، اپنے جد امجد حضرت تیمور صاحب قران کی طرح مشکل
پسند طبیعتیں لے کر آئے تھے۔ ظہیری اس نثر کی شان، اس کی پیچیدگی
اور اس کا ظاہری اشکال اور طرز نفیس کچھ ایسا مرغوب ہوا
کہ انھوں نے نہ صرف [illegible] ہاتھوں ہاتھ لیا بلکہ ایسی قدر کی اور
ہندوستان کی زرپاشی کی بدولت ایران میں [illegible] ایسی
چکاچوند پیدا کی کہ تصنیف و مصنف نہ صرف ان ہی کی آنکھوں
سے پنہاں ہو گئے بلکہ ایران ہی سے نہاں ہو گئے ؛

شاہان ایران و ہندوستان کے تعلقات ہزار اچھے سہی، مگر
اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ان دونوں ملکوں میں ایک دوسرے کی
رقابت [illegible] صحیح معنوں [illegible]

یہ بے تعصبی اور علم و ادب دوستی قابل داد ہے کہ باوجود اس کے کہ تیموری اپنے محبوب دارالسلطنتوں اور تفرج گاہوں کو از روی رونق و زیبائش ایران کے کسی اچھے سے اچھے شہر سے فائق دیکھنا چاہتے تھے اور اُن کو اپنے کسی باغ کے مقابلے میں باغ عباس آباد کی مبالغہ آمیز توصیف گراں گذرنی چاہیئے تھی، مگر انھوں نے نہایت فراخ دلی اور بے تعصبی کے ساتھ اسی پر قناعت کی کہ شبنم شاداب کو کم از کم، اپنے کسی کونے کی تعریف و ستایش سمجھ لیا اور اس کو گل سرسبد بنالیا۔ اپنے بادشاہوں کی اس قدر افزائی کو دیکھ کر ہندوستانی عالموں اور ادیبوں نے بھی اس کو چشم و چراغ بنایا، اُس پر تیل چڑھاکر اپنے نصاب تعلیم میں داخل کرلیا اور اپنی ادب دوستی سے ایسا قیام بخشا کہ وہ تین سو برسوں سے ہماری آنکھوں کا تارا بنی ہوئی ہے۔ غیر ملک پرستی ہندوستان کا شعار سہی، مگر حقیقت یہ ہے کہ شبنم شاداب ہے بھی اسی قدر کے قابل۔ اہل ایران کی کم نصیبی ہے کہ خواہ کوئی وجہ ہو انھوں نے اس انمول موتی کی قدر نہ کی اور اسے رائگاں کھودیا۔

شبنم شاداب عباس آباد کے باغ کی تعریف و توصیف پر مشتمل ہے۔ عباس آباد کے نام کے ایران میں کئی مقام ہیں۔

(۱) سمنان[1] کے علاقے میں، سمنان سے دامغان کی سڑک پر مقدم الذکر مقام سے شمال مشرق کی جانب تقریباً ۲۳ میل کے فاصلے پر، پہاڑی سرزمین میں، سڑک کے داہنی طرف۔

(۲) دو دانگہ کے پہاڑی علاقے میں، جو سڑک شمال کی طرف ساری کو جاتی ہے، اس سے مغرب کی سمت میں چھ سات میل کے فاصلے پر سڑک کے بائیں طرف۔

(۳) شاہ[3] رود سے سبزہ وار کی سڑک پر تقریباً وسط راہ میں شاہ رود سے ۷۰ میل کے فاصلے پر مشرق کی طرف۔

(۴) بحر[4] خزر کے ساحل پر، خرم آباد سے مشہد سر کی سڑک پر خرم آباد کے مشرق میں ۱۵ میل کے فاصلے پر۔

(۵) ہمدان[5] سے عین مغرب کی جانب کوہ مرداریہ کے سلسلے میں، کنشت اور صلوٰۃ آباد کی سڑک پر موخر الذکر مقام سے تقریباً ۳ میل کے فاصلے پر۔

---

[1] دیکھئے اطلس لغلی ایران مرتبہ حسین، نقشہ ۵

[3] ایضاً، نقشہ ۲

[4] ایضاً، نقشہ ۸

[5] ایضاً، نقشہ ۹ و ۱۲

(۶) مرو[۵۱] دشت کے علاقے میں، مرغاب کے شمال مشرق میں ۲۲ میل کے فاصلے پر۔

(۷)[۵۲] اوروزو کے علاقے میں، اس نام کے شہر کے شمال مشرقی گوشے میں اور اس سے ۵۰ میل کی مسافت پر۔

(۸) ہرات (افغانستان) سے جو شاہراہ کاروز سے ہوتی ہوئی شمال مغرب کی سمت کو جاتی ہے، اس پر خواف سے بخط مستقیم شمال مشرق کی طرف ۴۴ میل کے فاصلے پر۔

لیکن ان میں سے کوئی بھی وہ عباس آباد نہیں ہے، جس کے باغ کی تعریف ظہیر تفرشی کرتا ہے۔ شبنم شاداب کا عباس آباد وہ ہے جسے شہنشاہ عباس اعظم صفوی نے اصفہان کے باہر قریب ہی اہل تبریز کے لیئے آباد کیا تھا۔ چنانچہ صاحب عالم آرای عباسی لکھتا ہے کہ "بعد[۵۳] ازان شہر عباس آباد نیز در جانب غربی چہار باغ جہت مسکن تبریزیان ... طرح انداختہ اتمام دادند"[۵۴] ظہیر بھی اسے "باغ عباس آباد جدید" کہتا ہے:

ظہیر کے بیان کے مطابق باغ عباس آباد میں "افضل الاشکال" یعنی گول شکل کا ایک حوض گلشن کے عین درمیان میں واقع تھا۔ بہ قول اس کے وہ "بدر منیر آسمان لطافت است، در وسط السماء گلشن

---

[۵۱] اطلس تقویم ایران، مرتبہ حسین، نقشہ ۱۷ و ۱۸

[۵۲] ایضاً نقشہ ۲۱؛ [۵۳] ایضاً نقشہ ۲۵؛ [۵۴] صفحہ ۷۰۳

خرگاہ "ہالۂ لالہ زدہ" اس کے چاروں طرف شفاف پانی کی لبالب نہریں اور اُن کے کناروں پر درخت تھے۔ ایک طرف قصرِ شاہی تھا۔ ظہیر کے "خامۂ طاؤس رفتار عندلیب منقار" نے اس کو بڑی خوبی اور اختصار کے ساتھ یوں بیان کیا ہے کہ:

حوضہ از جدول الف مانند | روشن آئینہ ای است دستہ بند
گرد آن نقطہ نہر دائرہ دار | مرکز لطف را خجستہ مدار
اُفق آسمان آب شدہ | خندق قلعۂ گلاب شدہ

حوض کی صفت بیان کر کے "فوارۂ شیرین" کی توصیف کرتا ہے۔ اس کے بعد اس "بہشت بہجت طوبیٰ طراوت" باغ کی تعریف کرتا ہوا اُسے یوں اوجِ کمال پر پہنچاتا ہے کہ "تا صیادِ آفتاب دامِ عالمگیر پرتو بر دوش گرد بند سوادِ امکان برآمدہ، بہ این نقش و نگار طاوسی در شبکۂ شعاع نیفگندہ؛ و تا بوالعجب متخیلہ پردۂ خیالِ بازی اندیشہ در پیشِ چراغِ ضمیر کشیدہ بہ این آرائش و آئین باغچۂ سلیمانی بہ نظر تماشائیان خواص در نیامدہ۔ حدیث نظیرش بہ گل نسترن گوشی نہ وزیدہ و سنبل رقم عہد لیلش پیش نرگس چشمی نہ دمیدہ" اس ضمن میں مصنف باغ کے سبزہ زار، نسترن زار، لالستان اور جوشِ گل و ریاحین کی ستائش میں سر دھنتا ہوا

اس کی وسعت فضا، مسیحائی آب وہوا، صبا کی صہبا فروشی اور باد کی بادہ پیمائی کی تنا ریں مست ہوکر بالکل وجد کے عالم میں اس تصور میں غرق ہوجاتا ہے کہ اس گلشن میں "سبزان چمن اور مرغان خوش لحن" کا مجمع ہے، اور محفل شادی وطرب برپا ہے۔ اتنے میں بادشاہ نوبہار آتا ہے، اور اس طرفہ گلشن میں جو "سواد اعظم قلمرو خرمی و دارالسلطنت شگفتگی" ہے تختۂ گلزار کے تخت پر جلوہ افروز ہوکر دربار منعقد کرتا ہے!

کتاب میں شروع سے آخر تک سجع وقافیہ، تشبیہ واستعارہ، تلمیح وترصیع اور گوناگون لفظی اور معنوی صنایع سے کام لیا ہے، اور حق یہ ہے کہ اس بارے میں مصنف اپنے اکثر ہم عصروں پر سبقت لے گیا ہے۔

باغ عباس آباد جدید کی یہ تمام رنگین اور پر رونق تعریف وتوصیف بہ ظاہر غلو، یا کم از کم مبالغہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ابونصر نصیرای ہمدانی (متوفی ۱۰۳۰ھ) بھی اس باغ کی کما حقہ تعریف سے عاجز ہوکر کہتا ہے کہ "نمی دانم کدام عبارت تازہ پیدا کنم وچہ مضمون رنگین بہ دست آرم کہ بہ وسیلہ آن دو سہ حرفی از خوبی ہای آن باغ دسرا بیان کنم۔ تکلف نہ می کنم چندان کہ اصفہان انتخاب جہان است، این باغ دسرا انتخاب اصفہان"[۱]

---

[۱] منشآت نصیرای ہمدانی، مطبع مصطفائی دہلی ۱۲۶۹ھ، ص ۹۶، رقعہ بنام محمد ہادی۔

نصیرا اسی جوش میں کئی سو الفاظ میں اس باغ اور اس کے حوض وخیابان کی تعریف کیے جاتا ہے، پھر کہتا ہے کہ "سخت می ترسم کہ این گفتگوہا را حمل بر عبارت آرائی وسخن سازی فرمایند۔ بہ محبت قدیم و اشتیاق جدید سوگند! کہ ہیچ گونہ اغراقی و ہیچ مبالغہ نہ رفتہ۔ ظرف کوچکِ گفت وشنید محیط این بحر ژرف نہ تواند شد، ولباس تنگ وکوتاہِ بست ونہ حروف برقامت این مضمون راست نیاید۔"[1]

اب اس کا حال ایک مورخ کی زبان سے سنیے۔ صاحب عالم آرای عباسی شاہ عباس اعظم کے جلوس کے گیارہویں سال یعنی سنہ ۱۰۰۶ ہجری کے وقایع میں لکھتا ہے کہ اب تک قزوین دار السلطنت تھا مگر اب "در ضمیر انور جای گیر گشتہ ہمیشہ خاطر اشرف بدان متعلق بود کہ در آن بلدۂ شریفہ رحل اقامت انداختہ توجہ خاطر بہ ترتیب و تعمیر آن مصروف دارند۔ لہذا درین سال، کہ مطابق ست والف ہجری است، رای جہان آرای بدان قرار گرفت کہ دار السلطنت مزبور را مقر دولت ابد مقرون ساختہ عمارات عالی طرح نمایند۔ بدین نیت صادق وعزم لایق متوجہ آن صوب گشتہ .... ایام بہار عمارات عالی در نقش جہان طرح انداختہ،

---

[1] منشآت نصیرای ہمدانی ص ۶۷، ۶۸

معماران و مهندسان در اتمام آن می کوشیدند. و از درب شهر یک دروازه که در حریم باغ نقش جهان واقع و به درب دولت موسوم است، از آن جا تا کنار زاینده رود خیابانی احداث فرموده چهار باغی در هر دو طرف خیابان و عمارات عالیه در درگاه هر باغ طرح انداخته. و از کنار رودخانه تا پای کوه جانب جنوبی شهر انتهای خیابان قرار داده اطراف آن را بر امراء و اعیان دولت قاهره قسمت فرمودند که هر کدام باغی طرح انداخته در درگاه باغ عمارت مناسب درگاه مشتمل بر درگاه و ساباط رفیع و ایوان و بالاخانه و منظرها در کمال زیب و زینت و نقاشی های طلا و لاجورد ترتیب دهند. و در انتهای خیابان باغی بزرگ و سیع پست نُه طبقه جهت خاص پادشاهی طرح انداخته در درگاه به باغ عباس آباد موسوم گردانیدند. و پل عالی مشتمل بر چهل چشمه به طرز خاص میان کشاده، که در هنگام طغیان آب در کل یک چشمه به نظر در می آید، قرار دادند که بر زاینده رود بسته شده، هر دو خیابان به یک دیگر اتصال یابد، و تا عباس آباد یک خیابان باشد تقریباً یک فرسخ شرعی. و از دو طرف خیابان جوی آب جاری کرد، و درختان سرو چنار رکاج د عرعر ارغوان شوند. و از میان خیابان نهری سنگ بست ترتیب یابد که آب از میان خیابان نیز جاری باشد. و در برابر هر

عمارت چهار باغ حوضی بزرگ بسان دریاچه ساخته شود ۔
القصه هرکس از امراء و اعیان و سرکاران عمارات به وقوف
معماران و مهندسان شروع در کار کرده در انجام آن سعی ابلغ
و از آن تاریخ تا حال، که سنهٔ هجری ۱۰۲۵ ارسیده و این
شگرف نامه تحریر می یابد، عمارات باصفا و باغات دل کشا به نوعی، که
طراح کارخانهٔ ابداع در عرصهٔ ضمیر مبارک اشرف طرح افگنده بود،
به حیز ظهور آمده در کمال لطافت و نهایت خوبی اتمام یافت ۔ درختان
سر به فلک افراخته و اشجار میوه دارش گوئی به طوبی جنان پیوند
دارد ۔ الحاصل هر باغی از آن رشک فرمای باغ جنان و عمارات
رفیعش، که به نقوش بدیع مذہب و مزین، و به صور مصوران نادره
کار آراستگی دارد گوئی سدیر و خورنق از آن نشانی است، بلکه
در عرصهٔ گیتی نظیر و عدیل آن محض خیالی و گمانی ۔ ...... در تاریخ
طرح چهار باغ گفته شده بود، ثبت افتاد :-

عجب چار باغی است بهجت فزا ۔ گرش ثانی خلد گویند شاید ۔
چو تاریخ آن دل طلب کرد گفتم نهالش به کام دل شه برآید[1]"

یہ باغ اور اس کا "نقش جہان" محل مستقلاً شاہ عباس اعظم

[1] عالم آرای عباسی، ص ۲ ۶ ۳ - ۴ ۶ ۳ ۔

کے عیش و عشرت اور جشن کا نظارگی رہتا تھا۔ شاہ ہر طرف سے گھوم پھر کر اور اپنی مہمات سے واپس آکر ضرور کچھ عرصہ اس میں گزارتا تھا۔ اس نوع کے دو تین موقعوں کے نظارے پیش کرنا کافی ہوگا۔ شاہ کے سوانح نگار، اسکندر بیگ کا بیان ہے:

۱۔ سال ۱۰۰۷ ہجری (سال دوازدہم جلوس شاہی) میں "از قزوین عنان عزیمت بہ صوب دارالسلطنت اصفہان انعطاف دادہ در ساعتی کہ نیرین را با کواکب سعدین مقارنہ افتادہ از تربیع و مقابلہ برکنار بودند، باغ جہان آرای نقش جہان از غبار سم سمند جہان پیما بہ تازگی عطر سائی آغاز نہاد، و زمستان را در کمال بہجت و سرور در آن بلدۂ جنت نشان بہ پایان رسانیدند۔"[1]

۲۔ سال ۱۰۱۷ ہجری (سال بیست و سیم جلوس) میں "باغ جہان آرای نقش جہان از نکہت گل و سرور بلبل رشک جنان و طراوت بخش روضۂ رضوان گشت۔ پادشاہ موید و منصور در کمال بہجت و سرور بہ طریق معہود در باغ مزبور جشن عالی طرح فرمودہ اطراف نہر آبی را، کہ از میان باغ جاری است، و حوض بزرگی بر مثال دریاچہ در میان آن ترتیب یافتہ......

---

[1] عالم آرای عباسی، ص ۴۴۴

و فی الواقع آن مکان نزہت بخش نشانی از روضهٔ دار القرار و مصداق جنات تجری من تحتها الانهار است، با اکابر و اعیان دار السلطنت مذکور و بلوکات و اہالی خراسان و صواحب تبریز و تجار و اصناف خلایق، که در پای تخت ہمایون بودند، علی قدر مراتبہم قسمت فرمودہ، ہر طبقه مجلسی طرح انداختند و اطراف اربعهٔ آن دریاچه را با امراء و وزراء و ارکان دولت و مقربان بارگاہ سلطنت اختصاص دادند و محافل فیض بخش بہجت افزا انعقاد یافته و در برابر ہر مجلس چہار طاق ہا بر آن تعبیه کردند، و ہمه شب تا به صبح روشنان سپہر مینائی، که مجلس آرایان عالم علوی و بزم افروزان عشرت سرای ملکوتی اند، به ہزاران چشم حسرت بر آن چراغان و مجالس بہشت نشان می نگریستند۔ و شہریار عشرت آئین محفل آرا ہمه شب در آن مجالس روح افزا بسر فرمودہ در ہر مقامی که دل نشین خاطر انور می شد، آرام گرفته صحبت پیرا بودند و نغمه سرایان خوش آہنگ و مغنیان تیز چنگ به نغمات دلاویز و ترنمات شکر ریز غم زدای خواطر بودہ و گل رخان لاله عذار از بادہ ہای خوش گوار دماغ مجلسیان را تازہ و تر می داشتند القصه تا نه شبان روز محافل عیش و نشاط انعقاد یافته، داد خوشی و خوش دلی دادند۵۹،،

---

۵۹ عالم آرائی عباسی، ص ۵۵۰ – ۵۵۱

۳ - سال ۱۰۲۰-۲۱ ہجری (بیست و پنجم جلوس) کے واقعات میں ہے کہ ولی محمد خان بادشاہ اوزبک جب شاہ عباس سے ملاقات کے لیے اصفہان آیا تو بیس ہزار بندق انداز کو حکم ہوا کہ "در روز استقبال از شہر تا موضع دولت آباد، کہ سہ فرسخ است، دو رویہ صف کشیدہ ایستادہ باشند، و تمامت چہار بازار نقش جہان و قیصریہ و خانات و قہوہ خانہ ہا را آذین بندی کردہ شہر و بازار چون نوعروسانِ حجلۂ نشاط آرایش یافت ...... در آن ایام خجستہ فرجام جہت تنشیط خاطر و انبساط ضمیر اکثر اوقات در میدانِ نقش جہان، کہ نگارستان صوری و بہارستان معنوی بود، با مخصوصان و مقربان بہ نشاط چوگان بازی و قبق اندازی و آتش بازی ہا ...... مشغولی می فرمودند ...... مکرراً صحبت ہای چراغان و مجلس ہای نقش جہان اتفاق افتاد۔ در اول تحویل سرطان، کہ بہ عرف اہل عجم و شگون کسری و جم روز آب پاشان است، بہ اتفاق در چہار باغ صفاہان تماشای آب پاشان فرمودند۔ و در آن روز زیادہ از صد ہزار نفس از طبقات خلایق و وضیع و شریف در خیابان چہار باغ جمع آمدہ بہ یک دیگر آب می پاشیدند۔ از کثرت خلائق و بسیاری آب پاشی، زایندہ رود بہ خشکی پذیرفت! و فی الواقع تماشای

غریی است[1]!"

تفرشی نے دو اور ایسے مقامات کا نام لیا ہے، جن کو عباس اعظم نے بسایا تھا: فرح آباد، جسے اس نے "تلازم دربار کے باب میں عالم قدس کے لیے مستعار منہ بنایا ہے"، اور اشرف، جس سے جہان تجرد کے لیے استعارہ کیا ہے۔ اس مقام پہ ان دونوں کے باب میں کچھ تفصیل مناسب معلوم ہوتی ہے۔

شہر فرح آباد بحر خزر کے ساحل پہ شہر ساری کے عین شمال میں تقریباً بیس میل کے فاصلے پہ واقع ہے۔ سنہ ۱۰۲۰-۱۰۲۱ ہجری (سال بیست و پنجم جلوس شاہی) میں اس کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس سے قبل اس کا نام طاہان تھا۔ صاحب عالم آرای عباسی کا بیان ہے کہ "چون آن مکان نزہت بخش لیاقت شہریت و استعداد تربیت داشت، زیراکہ رود خانہ ہا...... در وسط آن بقعہ...... جریان یافتہ بہ دریای ریزد، و آب دریا منظور ساکنان آن سرزمین و در نظر نظارگیان از بدایع آفریدگار زمان و زمین است، ہمگی ہمت خسروانہ بہ زینت و تعمیر آن بلدہ مصروف

---

[1] عالم آرای عباسی، ص ۵۹۱ تا ۵۹۳

داشتہ عمارات عالیہ بر منازل مرغوبۂ دولت خانۂ ہمایوں افزودند و چون در مدت اقامت ہمیشہ فرح و سرور در خاطر نزدیک و دور افزایش داشت آن خطۂ فرح بخش را بہ فرح آباد موسوم گردانیدند و ہر سال در عمارات و باغات افزودہ بازارگاہ و حمامات و مساجد و کاروان سراہا بنا فرمودہ بہ اتمام آن موفق گشتہ اند۔ و از بلدۂ مذکور تا خطۂ ساری، کہ چہار فرسخ است، خیابان طرح فرمودہ .... ادرا سنگ بست قرار دہ اند، کہ از معایب گل و لای موا بودہ باشد ..... و الیوم، کہ تاریخ ہجری بہ ۱۰۲۵ رسیدہ، بہ توجہ عالی ہمایون اعلیٰ آن بلدہ طیبہ از بسیاری عمارات دل کشا و باغات و بساتین فردوس نما و کثرت خلایق رشک بلاد عالم و مصر جامع است[1]"

قصبہ اشرف مازندران: سنہ ۱۰۲۱ ہجری (بسال بیست و ششم جلوس) میں آباد کیا گیا۔ "معمار ہمت والا و طراح طبع ہمایون ...... در قصبۂ شریفۂ اشرف از قصبات مازندران، کہ بہ ولایت پنج ہزار موسوم است و بہ دارالمومنین استرآباد اقرب و فی الحقیقت بہ نزاہت و خرمی اشرف اماکن آن ولایت است،

---

[1] ص ۲۰۱

عمارت عالی جهت نزول همایون طرح انداخته حمام و بیوتات
و تالارها برآن افزود........ مولانا محمود بهشتی گیلانی این
قطعه در تاریخ بنای اشرف به نظم آورده:

خسرو آفاق شه کام یاب — آن محک باطن هر خوب و زشت
کرد چون در اشرف مازندران — طرح بنائی به صفا چون بهشت
از ره اقبال به فیض قدم — آب و گلش با گل و عنبر سرشت
دست سعادت پی تاریخ آن — بر در او دولت اشرف نوشت
۱۰۲۱

چون آن مکان شریف را از جمیع جهات مسمای اسمش
سمت ظهور دارد، و قابل تربیت بود، رفته رفته به توجهات خاطر
اشرف شرافتش افزود، و باغات و بساتین جنت آئین مشتمل
بر عمارات و حوض خانه‌ها در کمال زیبائی و دل کشائی ترتیب
یافته. آب‌های خوش گوار از کوه بلند به حیاض کوثر آئین و ریاض
ارم تزئین آورده فواره‌ها به فنون غریبه و صنایع بدیعه از میان هر حوض
بسان شعلهٔ نار، که سر به کرهٔ اثیر کشد، و یا چون گل غران که آتش
بازان از باروت سازند، در فوران است. و چون اکثر اوقات زمان
اقامت مازندران آن قصبهٔ لطیفه مسکن شهریار کام گار است،
مقربان رکاب اقدس نیز منازل مرغوب عمارت نموده اند. و کنون

قصبہ نیز شہری بزرگ و بہ میامن تربیت آں حضرت از
مشہورہ است[1]"

شبنم کے مذکورہ مقامات میں سے صرف ایک قلعۂ گلاب باقی
جاتا ہے، جس کا ذکر اس نے صفتِ حوض کی فصل میں کیا ہے:

افق آسمان آب شدہ   خندق قلعۂ گلاب شدہ

ہبنم کے رائج و متداول نسخے میں مصحح نے جو فرہنگ دی ہے
ں کی رو سے قلعۂ گلاب ایک قلعہ کا نام تھا جو کوہ کیلویہ پہ واقع
اور معتوب اور سزا یافتہ لوگوں کو وہاں نظر بند کر دیا جاتا تھا۔
حب فرہنگ نے اسمعیل (اصفہانی ؟) کا ایک شعر بھی نقل کیا
ہے:

وق تو گل در دل من آب گشتہ است
در قلعۂ گلاب بود عندلیب من

نوت حموی (۶۲۷ھ = ۱۲۲۹ء) کا بیان ہے کہ جُلّاب (گلاب)
ر حران کی نہر کا نام ہے، جو خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں
ودی گئی تھی۔ سید مرتضی زبیدی (صاحب تاج العروس)
نے اسے دیار بکر کے علاقے میں ایک مقام بھی بتایا ہے۔ یہ بھی

---

[1] عالم آرای عباسی، ص ۶۰۵

ممکن ہے کہ ہمارے مصنف نے لفظ گلاب سے فائدہ اٹھا کر حوض کو استعارے کے طور پر قلعۂ گلاب کی خندق کہا ہو۔ واللہ اعلم ؛

معلوم ہوتا ہے کہ عباس اعظم کو ایران سے وہی نسبت تھی جو شاہ جہان بادشاہ کو ہندوستان سے۔ عباس اعظم کو تعمیرات کرنے اور نئے نئے شہر اور بستیاں آباد کرنے سے ویسا ہی شغف تھا جیسا شاہ جہان کو۔ اگرچہ اس کی تعمیرات کا ذکر کرنا فی الحال ہماری گفتگو کے مضمون سے خارج ہے، لیکن ضمناً ان کے مختصر ذکر میں زیادہ قباحت بھی نہیں معلوم ہوتی ؛

دارالسلطنت اصفہان کے باہر "باغ بہشت فراغ ارم آرام فردوس فرحت نزہت علیین آئین باغ عباس آباد جدید" کے علاوہ "میدان شاہ" بنایا گیا تھا، جس میں قصر سلطنتی، ایک عالی شان مسجد اور بڑے بڑے بازار بنائے گئے تھے۔ اس میں ایک نقارہ خانہ تھا، جس میں مخصوص ایام اور اوقات میں نقارہ بجایا جاتا تھا۔ میدان کے وسط میں ایک اونچے ٹیکرے پہ ایک وسیع و عریض چبوترہ تھا، جس پر شاہی رسوم اور تقریبات کے موقعوں پہ ایک طلائی قبہ لگا دیا جاتا تھا۔ یہ قبہ تیر اندازی کے کمالات کی نمائش میں ہدف

کا کام دیتا تھا۔ اس سے کچھ ہٹ کر سنگ مرمر کے دو ستون نصب تھے، جو چوگان بازی میں حدود کی نشان دہی کرتے تھے۔ قصر سلطنتی کے شمال مشرقی رخ پر ایوان عالی قاپو تھا۔ عید نوروز کی تقریب میں دوسرے ملکوں کے سفیر اسی ایوان میں شاہ کے حضور میں باریاب ہوتے تھے۔ باغ کے مقابل میں قصر چہل ستون تھا، مگر ستونوں کی تعداد صرف بیس تھی۔ اس کی دیواریں سنگ مرمر کی تھیں اور ان پر آئینہ کاری کی گئی تھی۔ "میدان" کی غربی سمت میں قصر باغ بہشت تھا۔ یہیں سے جنوب کے رُخ پر چہار باغ کی کیاریاں شروع ہوتی تھیں اور زاینده رود تک پھیلتی چلی جاتی تھیں۔ چہار باغ کے خیابان میں ایک پل تھا، جو شاہ عباس کے ایک امیر کبیر کے نام پر پل اللہ وردی کہلاتا تھا۔ اسی پل پر سے مقام جلفا کو راستہ جاتا تھا، جہاں شاہ کے حکم سے جلا وطن کئے ہوئے ارمنی آباد تھے۔ اسی چہار باغ کے آخر میں دریا کی جانب باغ ہزار جریب تھا۔

ان اصفہانی عمارتوں کے علاوہ ملک کے اور کئی مقامات میں بھی کئی [illegible] تھیں۔

قلعہ [illegible] اور [illegible] استرآباد "سیاہ پوشوں" لوگوں کی سرکوبی

کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس قلعے کا اثر یہ ہوا کہ بقول اسکندر بیگ "طبقۂ سیاہ پوشان ...... ہوای سیاہ پوشی از سر بیرون کردہ پای در دامن سلامت و رعیتی پیچیدند و آن ولایت بہ دستور سایر ممالک ایران مہبط امن و امان گشت[1]"

قلعہ تبریز: سنہ ۱۰۱۴ ہجری (سال جلوس ۱۹) میں تبریز کے پرانے قلعے کو مسمار کر کے بنایا گیا۔ اسکندر بیگ کا بیان ہے کہ یہ قلعہ صرف بیس روز کی قلیل مدت میں تیار ہو گیا تھا[2]۔

قلعہ ایروان، سنہ ۱۰۱۵ ہجری (سال جلوس ۲۰) میں تعمیر ہوا۔

قلعہ رشیدی، سنہ ۱۰۱۹ ہجری (سال جلوس ۲۴) میں بنایا گیا۔

نہر کرنک، سنہ ۱۰۲۹ ہجری (سال جلوس ۳۴) میں تیار ہوی۔ اس سے قبل شاہ جنت مکان اسمٰعیل صفوی نے اسے بنوانا شروع کیا تھا۔ مگر زمین کی سنگلاخی سے عاجز آکر مد اٹھالی تھی۔ عباس اعظم کی ہمت و عزم نے اس مہم کو بھی سر کر لیا۔

قلعۂ گنجہ، سنہ ۱۰۲۱ ہجری میں تعمیر ہوا۔

اس تین سو سال کے عرصے میں ان میں سے اکثر و بیشتر

---

[1] عالم آرای عباسی، ص ۴۰۲

[2] ایضاً، ص ۴۷۵ - ۴۷۶

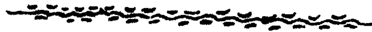
عمارتیں خراب اور ویران ہو چکی ہیں ۔ باغ عباس آباد بھی اب ویران ہے ۔ لیکن جہاں اور چیزیں نیستی کے قعر میں پہنچ گئیں، ظہیرای تفرشی کے قلم جاوید رقم نے اس باغ کو نہ صرف ویرانی سے بچا لیا، بلکہ جب تک سیہ بر سفید لکھا ہوا موجود ہے ــ اور وہ ابھی ایک اور طویل عرصے تک موجود رہے گا ــ عباس آباد جدید کے باغ کا نام صفحۂ ہستی پر قائم رہے گا ۔ یوں تو پھر کل شئ ھالك اِلا وجھه ۔

قبل اس کے کہ میں اس بیان کی کوتاہی اور تشنگی کے لیے عذر خواہی کرتے ہوئے ان مختصر صفحات کو ختم کروں، ایک امر مختصراً عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں، اور وہ اس نسخے کی رسم تحریر سے متعلق ہے ۔ شروع سے آخر تک حتی الوسع احتیاط کے ساتھ تمام اضافی اسماء پر اضافت دے دی گئی ہے ۔ آخری ھای ھوز اور یاے تحتانی کی اضافت کے بارے میں اس کا خیال رکھا جائے کہ

(الف) جس آخری ہ پر ہمزہ دیا گیا ہے وہاں اضافت نہیں نہیں دی گئی، وہی ہمزہ اضافت کا نمایندہ ہے ۔

(ب) جس آخری ی کے نیچے نقطے دیے گئے ہیں اس پر

اضافت پڑھنی چاہیے ۔ البتہ جہاں آخری الف یا واو
کے بعد ي واقع ہوی ہے اس ي میں نقطے نہیں دیے گئے مگر
اضافت پڑھی جاے گی ؛
امیدکہ اس سے ناظر کتاب کو پڑھنے اور سمجھنے میں اور ایک
گونہ سہولت ہو جاے ۔ آمین ؛



بسم اللہ الرحمن الرحیم

شبنمِ شاداب ہرگونہ ستایش و ثنائی کہ از ہوای روح پرورِ بستانِ بیان بر گل برگِ بیانِ سخنوران نشیند، بہ جذبِ استحقاقِ ذاتی، راجع بہ جنابِ آفتاب نقابِ بہار پیرائی است، کہ در بیت المقدسِ گلشن مریم غنچۂ مسیح دم را دہانِ روزہ دارِ صمت بہ کلمۂ طیبۂ هو (کہ اسمِ اعظمِ اوست) کشودہ، و تمامتِ سروِ الف استقامت در غِلالۂ آنِ لالہ بہ صورتِ نفیِ ماسوا اثباتِ معنیِ توحیدش نمودہ. مہد جنبانیِ نسیمِ مرحمتش اطفالِ غنچہ را بر گہوارۂ گلبن در شکرِ خوابِ بہاری کردہ، و گلاب افشانیِ شبنم+ ملاطفتش شوخ چشمانِ نرگس زار را از گرانِ خوابِ غنچگی بیداریِ شگفتگی بخشیدہ!

شمیمِ مشکینِ نکہتِ ہر نعت و منقبت، کہ بہ عطر سائیِ نسیمِ صبح خیز نفس از غنچۂ دہانِ ثنا پروران دمیدن گیرد، شایستۂ

+ نسیم

شمائلِ لالۂ سرخِ محمدی و گل‌های آلِ او، که گلِ مهرِ نبوت جز بر گلبنِ بر و دوشِ نازنینِ او نه شگفیده؛ و شبنمِ حدیثِ فرشته جز در نسترنِ سمعِ مقدسِ ایشان نه چکیده.

اما بعد:

گل‌چینِ اندیشه را از چمنِ پُر گلِ تخیل نرگسِ حیرتِ این نکته می‌شگفد که بادیه‌پیمایانِ مراحلِ عرفان را این چه نقوشِ گوناگون است که از سطحِ سرابِ† هیولانی بر حبابِ دیدۂ تماشائی موجِ جلوه می‌زند! و نظارگیانِ سرِ کوی ایقان را این چه تماشیلِ رنگارنگ است که اعجوبه‌نمای نامیه از پردۂ خیالِ مادّه صورتِ نمو‡ می‌دهد! طوطیِ فلک را از یک بیضۂ زمین چندین فرخِ فرّخِ نازنین، این چه سیمیا است! و اکسیریِ آسمان را از یک بوتۂ گلُ این همه زر و سیم، این چه کیمیا است! مشاطۂ حُسن آفرینِ فروردین بر گوش و گردنِ عروسانِ تازه روی نوبهار زیورِ ریاحین و ازهار بر آئینی نه بسته، که به تماشا استادانِ آسمان فصیلِ فصلِ تابستان در راهِ غارتیانِ

---

† سراب ‡ نمو

خزان نه کشد. و دایهٔ مهر سرشتِ اُردی بهشت زلف و کاکلِ نازنینانِ گلشن را بر طرفِ عارضِ دل آرا به درستی نه شکسته، که باریکیِ نظربازِ آفتاب رقیبانِ شب روِ کواکب را سرِ هم چشمی زیرِ سنگِ زمین نه نهد؛

نظارهٔ این حوروشانِ حجله نشینِ غیب، که به جلوه انگیزیِ تجلّیاتِ جمال به صد هزار غنج و دلال از کوهِ قوّت سر به فضای فعل برکرده اند، بالغ نظری را سزا†، که تراکمِ غبار این کثرات - که ذراتِ مبثوثهٔ جوِّ امکان اند، و به فیضِ پرتوِ خورشیدِ حقیقت در رقصِ ظهور آمده - شوایعِ باصرهٔ بصیرتش را از مشاهدهٔ جانانهٔ یگانهٔ وحدت نقابِ ارتیاب نه بندد. بی تکلف به جوشِ شرارِ لاله زار، که از سنگ آتشِ کوهسار به صدماتِ چقماقِ روزگار بیرون ریخته، هنگامهٔ نشاطی در نه گرفته که سنگِ سرمهٔ دلِ اربابِ قساوت را در آهنین حصارِ یخ افسردگی سپندِ آتشِ گرمی نه کند؛ و به موی سبزهٔ هفت اندامِ زمین، که از دهشتِ نهنگانِ سیلابِ بهاری برخاسته، دامِ عیشی گسترده نه شده که ماهیِ خاردارِ زبانِ ملامت گویان را در تابهٔ سوخته برشتگی در روغنِ چرب و نرمی بیند ازد؛

---

† حلال

نوروز رسید، شد جهان دارِ سرور
وز لاله و گل روی زمین عارضِ حور
هر قطعهٔ ابر جلوهٔ صبحِ صفا،
هر لمعهٔ برق موجهٔ لجّهٔ نور!

دم به دم روائحِ نسرین و ریحان، چون نفسِ تهلیلِ
مسبّحان، سبک بال به معراجِ اجابت پریدن؛ و زمان زمان
رشحاتِ ژاله و باران، مانندِ فوجِ فرشتگان، عرق ناک از
عرشِ رحمت رسیدن. در و دیوارِ روزگار به زبانِ سبزهٔ نوخیز
ترنّم ریزِ ترانهٔ خوشی و خرّمی؛ و شاخ و برگِ بوستان زمان به بالِ
بالیدگی سبک پروازِ هوای نزهت و بی‌غمی. به نشاط افزائیِ وزیدنِ
شمال جوی بارِ لبِ جهانیان را خندهٔ نشاط و طرب گُلِ خود رُو؛ و به
غم فرسائیِ دمیدنِ صبا کهسارِ دیدهٔ عالمیان را خوابِ آسایش و
راحت گُلِ شب بو. خاک، اگرچه غبارِ خاطر، به آبِ تردماغی در سبزهٔ
خرّمی دمانیدن؛ و خار، اگرچه نیشِ درون، به نسیمِ اهتزاز در گلِ
شادمانی شگفانیدن. درین جوشِ طراوت اگر فتیلهٔ عنبر
به دعویِ نوّارگی برخیزد، مشکل که به رشحه ریزیِ رطوبت خوی
خجالت بر جبینِ منکران نه نشاند؛ و درین غلوِ نکهت اگر

دماغِ سوختۀ مجمرِ فسردہ سودای غنچگی نہ پزد، عجب کہ بہ عطسہ انگیزیِ ہجومِ رائحۂ سرِ تحسین و تصدیقِ حریفان پیاپی نہ جنباند! بہ سازگاریِ اعتدالِ ہوا جنگِ آتش و پنبہ بہ صلحِ شگوفہ و گل ہم آغوش؛ و بہ ہموارکاریِ ملایمتِ نسیم خشونتِ مرقّع با لینتِ گل بدن دوش بہ دوش. از غرور انگیزیِ ہوا و نخوت آوریِ نشو و نما پلنگِ شاخِ شگوفہ در اندازِ بر برّۂ ستارہ جستن؛ و شیرِ سرخِ گل تارِ پنجہ باز در گردنِ گاوِ گردون شکستن. نقشِ قابلیتِ نشو و نما چنان نہ نشستہ کہ سرِ قلمِ فولاد در آبِ زینِ نگین بہ سبز کردنِ حرفِ این دعوی ریشۂ جوہر نہ دواند؛ و سر رشتۂ عمومِ انبساط بہ سرحدی نہ پیوستہ کہ کہسارِ بدخشان، چون وادیِ نعمان، بہ سرخ روئیِ مدعیِ این سخن لالۂ لعلِ سیراب نہ شگفاند!

امروز گل زمینی کہ ہزار بلبل گرفتار نہ دارد، کجا است! و سرکوئی کہ صد رنگ گل بر دستار نہ زند، کو! مطربِ وقت برگ و ریشۂ خشک و ترِ سازِ دل نوازِ اہتزاز بہ قانونی نہ نواختہ کہ اگر بلبلانِ سبک پروازِ خدنگ از شاخِ کمان بر غنچۂ پیکان و گل برگِ نشان بہ منقارِ سوفار سرایند، عجب

آید؛ و ساقیِ موسم در ساغرِ قالبِ هوائیِ آب و گل شرابِ سرشارِ هوش به کیفیتی نه ریخته که اگر در و دیوارِ گلشن به چشم و گوشِ حلقه و رخنه نازِ و نیازِ گل، و بلبل بینند و شنوند، شگفت نماید! از طغیانِ موادِ دعوی، که به شیر و شکرنوشیِ برف و باران در اندامِ طفلِ نازنینِ زمین تولّد یافته، حجامتِ گل نمودنِ دوشِ گلبُن بالیدگی افزای آبلهٔ ژاله؛ و فصدِ فواره کشودنِ مرضعهٔ آب مزیدِ علّتِ سُرخچهٔ شقائق و لاله. به اقتضای فصل از بیابانِ طینتِ زاهدان، مَرغ زارِ آب و گلِ رندان، لالهٔ عشق پیشگی و سنبلِ شوریده مشربی و ریحانِ شلائینی دمیدن سرکرده؛ و از خشک رُودِ مشربِ پیران، چون جوی یارِ طبعِ جوانان، حبابِ نظربازی و طرب و فوارهٔ لهو و لَعِب جوشیدن آغاز نهاده. دستار بندانِ شاخسار، که حسب الحکمِ جهان مطاعِ نوروزِ سلطانی از سرکارِ فیض آثارِ نوبهار به زرهای تازهٔ سکّهٔ شگوفه همه سال موظّف بودند، تا دینارِ آخر در کارِ شاهدپرستیِ بتانِ آب دندانِ غنچه های پرشبنم و خندان به بادستی بردادند؛ و ازرق پوشانِ چنار، که از هجومِ دستِ ارادتِ ... نوجوانانِ اوراقِ شاخ و برگِ پیری و پیشوائی بر خود چیده،

دعوی های بلند، عرش ردی و لاف های گزافِ آسمان سیری
می زدند! چه گویم که به ذوق بخشیِ نسیمِ وجد انگیز و طرب افزائیِ
بادِ حالت آور چه پاکوبی ها و دست افشانی ها سر کردند! و درین
خجسته موسم — که به قطره ریزیِ ابرِ آذری و موج انگیزیِ نسیمِ
نوروزی دریای اخضرِ نوبهار به تلاطمِ نشو و نما کفِ شگوفه بر
آورده، و مد و جزرِ شمائلِ درختان آغاز نهاده، و به موجِ رطوبتِ
هوا طوفانِ خرمی و نشاط کرده، و از جوشِ چارگلِ بساتین به
چار موجهٔ شگفتگی و انبساط درآمده — گوهر طلبانِ صفای وقت را
جامِ بادهٔ کهن کشتیِ نوحِ ورطهٔ غم، و زمزمه سنجیِ مرغانِ چمن شُرطِ
سفینهٔ شادی است. اکنون لنگر گُو سنگین نشین! و بادبان گُو بادپیما!
که زورقِ زَرقِ دریا را ابروی طنزِ موجِ سبزه به یک اشاره،
و چشمِ غمّازِ حبابِ شبنم به نیم کرشمه، از ساحلِ زهدِ خشک به گردابِ
ماهتابیِ باغِ بهشت فراغِ ارم آرامِ فردوس فرِ جنّت نُزهتِ
علیین آئینِ عباس آبادِ جدید (صفّیَ بسجالِ التائبین) انداخت،
و رخت و رکیبِ صبر و شکیب و دودمانِ عقل و هوش را طعمهٔ
نهنگانِ جداولِ لب گردان ساخت. طوطیانِ اوراق از جزیرهٔ خضری

چنار در بس زمزمهٔ

«مرغابی شو که کار با طوفان است!»

صعوه ہمتانِ غم‌کدهٔ خاک را به سیرِ عالمِ آب صلا زدند. خامهٔ طاؤس رفتارِ عندلیب منقار، که خروسِ عرشِ وقت‌شناسی است، در سپیده دمِ این صبحِ خرمی خواب آلودگانِ دیجورِ دنیا پرستی را به ادای فریضهٔ صبوحی به گلبانگِ صریرِ تحریرِ این غزلِ تازهٔ رندانه اقامت کرد:

نوبهار است، بیا تا درِ خمّار زنیم!
برقی از موجِ قدح در خسِ پندار زنیم!

از صراحی و قدح برگِ گل و غنچه کنید
تا چو گلبن پس ازین خیمه به گلزار زنیم!

وقت آن شد که چو فواره ز کف بگذاریم
سرِ آبی که بر آن ساغرِ سرشار زنیم!

دلم از صومعه و از خرقهٔ سالوس گرفت
خیز تا ساغرِ می بر سرِ بازار زنیم!

وقت دریاب، که با پشتِ دوتا هم چو فلک
خوش نما نیست، که گل بر سرِ دستار زنیم!

وضعِ دوران چو در آئینهٔ مستی نگریم
خنده‌ها بر غلطِ مردمِ ہشیار زنیم!

۹

وضعِ دوران چو در آئینهٔ مستی نگریم

خنده‌ها بر غلطِ مردمِ هشیار زنیم!

سال‌ها است که نخل‌بندِ ناطقه به گل‌چینیِ توصیفِ این حوضهٔ رضیه رخنه‌جوی گلشن‌گری است. اکنون که گلِ این تقریب دندانهٔ کلیدِ خامه گشت، دستِ تحریکی چرا نیازد؟ و چرا خود را به باغ نیندازد؟



صفتِ حوض

تبارک الله تعالیٰ صَفوتِ این حوضۂ کوثر لطافت سلسبیل سلاست، که جمالِ باکمالِ زلالش در پیرایۂ افضل الاشکال نیلِ بدنامیِ نقصان بر چهرۂ ماهِ تمام کشیده، و صباحتِ رخسارۂ صفاپرورِ سلسالش آبِ چشمۂ حیات را در خُم سیاهِ ظلمات گردانیده. دهقانِ آفتاب، به چرخِ دوّار و گاوِ ثور و به دلوِ زرینِ زمین و زمنِ عکس، آبِ ضیا ازین زمزمِ صفا کشیده، و باغِ زمانه را سیرابِ روشنی گردانیده. یا، عکسِ آفتاب آبگینۂ آب بر سر کشیده، و به طنابِ زرتارِ شعاع در آویخته، درین محیطِ لطافت از صدفِ صورتِ شگوفه نواحیِ لآلیِ شبنم مثالی می‌نماید. صوفیِ صُفّۂ صفا است که دست از غبارِ کثرتِ ماسوا شسته، و از جداولِ دائره‌پیکر در کمندِ وحدت نشسته، به نورِ صفای باطن درون و برون موافق دیده، و به مرتبۂ تطبیقِ نفس و آفاق رسیده. روشن دلی مسندنشین است که به عزائمِ خوانیِ تموج تسخیرِ پری‌نژادان پری‌خانۂ گلشن کرده. همگنانش بر قدم

خدمتگاری، و حکمِ آبش بر همه جاری. بدرِ منیرِ آسمانِ لطافت است در وسط السماءِ گلشن خرگاهِ هالهٔ لاله زده، و آسمانِ سبزهٔ چمن، و ثوابت و سیارهٔ شگوفه و نسترن، کهکشانِ جداولِ لب گردان و اشکالِ جنوبی و شمالی درختان، و بیت المعمور قصرِ مینو سرور، را به فرِ طلعتِ تابان روشنی به روشنی و رونق به رونق افزوده.

حوضه† از جدولِ الف مانند روشن آئینه‌ای است بسته بلند
گردِ آن نقطه نهر دائره وار مرکزِ لطف را خجسته مدار
اُفقِ آسمان آب شده خندقِ قلعهٔ گلاب شده

اکنون سامانِ سلامتی چون فواره و ذخیرهٔ نفسِ تازه چون حباب کجا است، تا تر زبانِ توصیفِ فواره و حبابِ جوی بارش تواند شد!

---

† گلشن

صفتِ فواره و حباب

چه فوارهٔ شیرینِ خیمه‌نشین است، گیسوی گوهرکشش رشحه بر تنِ بلّورین افشانده، و پرویزِ حباب از دور با چشمِ نمناک به تماشا ایستاده. حباب‌ها به رنگِ فاخته با سروِ روانِ فواره در نظربازی؛ و شمع و پروانه از غیرتِ گرمیِ این هنگامه در اشک‌ریزی و جان‌گدازی. آب کدام؟ جوشِ سیماب است که از چاهِ فواره به جذبِ طلای آفتاب جَستن نموده، و نیزهٔ غازیان است که نارنجِ خورشید به نوکِ سنان ربوده!

زعکسِ گل و لالهٔ شعله‌سوز شده شمعِ فواره بستان‌فروز
به چوگانِ فواره گوئی حباب به هرسو زده بازوِ موجِ آب

چوبین زبانِ خامه را، که به آبروی این توصیف به فوارگیِ جدولِ مسطرِ علَم شده، گو زلالِ سلامت نوش باد! وقت آن است که از رنگین رقمیِ سخن و سهی‌سروِ گلشنِ صفحه انگشت‌نمای رعونت گردد!

صفتِ باغ

تعالی الله نزهتِ روضهٔ بهشت بهجتِ طوبیٰ طراوت! که تا صیادِ آفتاب، دامِ عالمگیرِ پرتو بر دوشِ گردِ هندِ سوادِ امکان برآمده، به این نقش و نگارِ طاؤسی در شبکهٔ شعاع نیفگنده؛ و تا بوالعجبِ متخیّله، پردهٔ خیالِ بازیِ اندیشه در پیشِ چراغِ ضمیر کشیده به این آرایش و آئین باغچهٔ سلیمانی به نظرِ تماشائیانِ حواس در نیاورده؛ نسیم حدیثِ نظیرش بر گلِ نسترنِ گوشی نه وزیده، و سنبلِ رقمِ عدیلش پیشِ نرگسِ چشمی نه دمیده اطلسِ رومی رنگ باختهٔ قمارِ نازک قماشیِ گلِ نارش، و مخملِ فرنگی خود را به خواب انداختهٔ هم چشمیِ بی صرفهٔ سبزه‌زارش. صبح از تشکّرِ خوابِ شبانه شگون کرده که به روی شگفتهٔ نسترن زارش برخیزد؛ و شفق از دودمانِ لاله ستانش برخود مبارک دیده که چراغ افروزد. قامتِ رعنای سروهایش را چشمِ گوهر دیده، و آوازِ

+ مستانه

خندهٔ گل بالش به گوشِ صدف رسیده. به سنگینی سایهٔ درختان نازک اندامانِ سبزه در سجود، و به درشتی کتانِ پرتوِ ماه بدنِ سیمینِ یاسمین کبود. صبح نسیمی که از نسترن نازش برگشته، و شفق هوائی که بر لاله ستانش گذشته. جوشِ گل های رعنا بر انگشتِ جوانانِ اغصان به چندین نقش زینت افزا، و از تاب ناکی سهیلِ ارغوان رشتهٔ نظر رگِ عقیق نما. از تابِ برق جولانی گل برگ های چمن گردش رنگ ها از رخسارِ لاله رخان پریده، و به غصهٔ هم چشمی غنچه های شبنم صدف را از گوهر گریه در گلو گره دیده. برگ برگِ گل های آتشینش از پردهٔ زنبوری [illegible] سبزه چون اخگر دانه دانه در مجمر، و گل گلِ نسترنش از شبنمِ شاخ و برگ صبحی است که می نماید از شجر.

به نازم [illegible] دیوارش قطعی صبح را مطرز [illegible] شفق [illegible] به نظر آمده. به نام ایزد قوت [illegible] را بازوی هلال معانقه [illegible] نموده [illegible] مصافحه [illegible]

او† خالی نکرده؟ و مانندِ انگشتِ افسرده کدام دلِ پژمرده
به مسیح آبادِ هوایش در آمده، که به نفسِ دمیدنِ نسیمش چون
اخگرِ فروزنده زنده نگشته؟ به دهقانیِ رطوبتِ هوا در شوره
زمینِ دستارِ شمشادِ شانه در ریشه دوانیدن؛ و به باغبانیِ نشو
و نما به آبِ چشمهٔ دهانِ سروِ مسواک، در قد کشیدن. سرو و
سفیدار، اگر به زنجیرِ کاکلِ سنبل پای خود بسته نمی دید، در
عشقِ لیلی وشانِ بید مجنون چون گردبادِ صحرا گردِ جنون می گردید!
کوه کنِ آب، اگر فرقِ حبابِ خود را به تیشهٔ فواره نمی شگافت،
به ذوقِ نظارهٔ شیرین لبانِ نباتات بیستونِ سحاب را از پیش
بر می داشت! سیارهٔ کواکبِ رنگینِ اشعه فرو هشته، و یوسفِ
گل پیرهنِ شبنم از تیره چاهِ داغ به دلوِ لاله بر آورده‡ و در گلشنِ
عوائقِ شقائق به جای ترنجِ جعفریِ غنچه سرانگشتانِ اوراق بریده،
و زبانِ طعنِ نظربازی در زلیخای نرگس کوتاه کرده به صهبا فروشیِ
نشئهٔ صهبای ایاغِ دماغِ خردمندان جمعِ سرشار، شرابِ شگفتگی و نشئها؛
و به باده پیمائیِ کیفیت در نوخیزِ مزاجِ اطفالِ نوباوه گلشن جرعه مدام

---

† پژو ‡ در آمده

مسرت و انبساط. شاخ از مستی طرب عرق‌چینِ شگوفه واژون نهاده،
و نیلوفر کلاهِ سنجاب به حقه‌بازی حباب افگنده. افروخته‌رویانِ شقائقِ
طرفِ جو چون ترسا دل‌برانِ لاله‌رو به خاچ‌شوران به‌سانِ
عکسِ آفتاب در آب افتاده؛ و لیلی‌وشانِ برشته‌حسنِ ریحان مانندِ
مجوسی‌ملتانِ فتّان به تعظیمِ آتش‌کدهٔ لاله گردن نهاده.

فراهم نیامدنِ دهانِ گل از خندهٔ طرب، چه عجب که خردهٔ
زعفرانش در جام ریخته اند. لاله را، که نیلِ داغ در ایاغ انداخته اند،
به این اندازه مست‌گذاره بودن نشگفت است. عاشقان [illegible]
شوقِ سراسرروی خیابانش، از مذهبِ کوچه‌گردی بیابان برگشته،
و به ذوقِ در پای گل افتادنش از سرِ لذت با یار نشستن
برخاسته. سرافگندگی ریحانِ مطرّا، چون تغافلِ خوبان، به بهانهٔ
حیا عنان‌گسلِ اختیارِ دل‌های پیر و جوان؛ و شبنم‌فشانی
نرگسِ فتّان، چون گریهٔ ساختگی معشوقان، [illegible] بی‌تاب [illegible]
تاب و توان. سوسنِ سیاه‌پوش، [illegible] پیشتر [illegible]
[illegible] در آستین [illegible]
[illegible] خون ریزی [illegible]
[illegible]

غصه را از پی شگافِ جگر، سبزه خنجر شد و سه برگ تبر

نارون گرزِ غم شکن بر دوش، چاربرگ است چارآئینه پوش.

بس که دستِ چنار بالیده، پنجهٔ آفتاب مالیده.

نرگسِ مست و سوسنِ مخمور، دشنه برکف، به سر کلاه‌ سمور.

جوگیانِ بنفشه پیچیده، چیره بر سر ز موی ژولیده.

شاخِ ریحانِ بوستان‌آرا، زده بر تاجِ لاله پرِّ هما.

سپرِ سبزه زر فشانده به سر، گل ز شبنم کشیده زره به سپر.

نسترن طفلِ شیرخوارهٔ صبح، ژاله بر نسترن ستارهٔ صبح.

بوی سنبل شنیده را زین باغ، نکهتِ زلفِ حور موی دماغ.

لبِ عشوه گفته حرف به حرف، نرگسش هر قاصراتُ الطَّرف.

خاکِ این روضه است بادِ بهشت، آخرش نقش اوستادِ بهشت.

درختش ز فرطِ مسروری، هر گیاهی شده گلی شوری.

نوعروسانِ مهدپرورِ ناز، همه با هم به خرمی دمساز.

جسته از جا به شوخی و شنگی، دست و پا در حنای خوش‌رنگی.

باده نوشِ میِ سرور شده، محفل‌آرای بزمِ سور شده.

غنچه بکمر را به رنگِ شمیم، [illegible] رسته بهرِ نسیم.

بلبل و قمری فصیح‌مقال، خطبه انشا کن نکاحِ وصال.

تلازمِ انعقادِ محفلِ شادی در گلشن
به اجتماعِ سبزانِ چمن و مرغانِ خوش‌لحن

به حجله‌بندیِ این سورِ پر سرور گل‌ها تمام سوری لقب؛
و به آهنگِ اهتزازِ صبا اوراقِ درختان دست‌افشانِ خرمی و طرب؛
یک طرف به پیش‌کاریِ مشاطهٔ شمال شقایقِ گلگونه در دست آرمیده،
و برگِ شگوفه به آوردنِ سفیداب قرص+ دویده. سه‌برگه به وسمه‌بیختن
دیگچه بر بار گذاشته، و بنفشه خطوطِ عنبرین به سرِ سوزنِ زمردین
برداشته. سبزه به شانه‌کاری برخاسته، و آب از حباب به آئینه‌داری
نشسته. نسترن عرقِ بهار از شبنم در جامِ بلورین کرده، و لاله گل
گشته عنبرِ داغ در منقلِ زرین به بخور آورده. از بسیاریِ نُقل
و نباتِ شگوفه و جهیزیِ جیب و بغلِ درختان پُر. و از بی‌شماریِ
زرِ سرخ و سپیدِ گل، دستِ نسترن جای مفلسان خالی. یک طرف
به عشرت‌سازیِ هنگامه و همال شوخ‌زبانان قمری و هزار نغمه‌سرا،

+ قرص

سرور و خرمی، و قوالانِ چکاوک و سار ترانه سنجِ بی غمی. رخسارِ شگرفانِ گلشن به گرمیِ هنگامهٔ نشاط بر افروخته؛ و بازیگرانِ چمن به تکلفِ هوا و تحریکِ صبا در کارِ قامت کرشمه ها اندوخته؛ و مشاهدهٔ رنگ بازیِ شقایق و لاله زنگِ غمانِ هزارساله از آئینهٔ خاطرها زدوده، و تنگورانِ سوسن در رقصِ کج کلاه عجب سرراست نموده؛ نظارهٔ سینه بازیِ خطیِ سفید صحنِ سینه ها را از حرارتِ اندوه رُفته؛ و شیشه بازِ آب، قرابهٔ فواره به فرق، سراسر بساطِ جداول غلطیده رفته. سیمین غبغبانِ حباب، پا به دامن پیچیده، چون کبوتر در معلق زدن؛ و نازک اندامانِ نهال، در جامهٔ قلمکارِ شگوفه، بال افشان طاؤس وار رفتن؛

سبحان الله! جیدمولهٔ، که مدام با سبحهٔ هزار دانه برآمدی؛ امسال چه دیده ست، که چنگِ قامت را مطربانه به تارِ ابریشمِ شاخسار کشیده؛ و تاروانِ معتمم، که در هر هنگامه به سر عمامهٔ شجرهٔ سیادت برآمدی، امروز چه شنیده که صوفیانه به صوتِ نای فواره سرافشانِ رقص موئی گردیده؛ و قامتِ سروِ آزاد

مرشد ... شهرهٔ

که چارفصل مانندِ عبّاد قدیم از سجادهٔ سایه بر نمی‌گرفت، از جا درآمدهٔ
کدام مژدهٔ غیبی است که، به فیض† هنگامهٔ مسرت پذیری بر صفتِ
رعنا سبزانِ کشمیر شالِ الوانِ قوس قزح بر سر انداخته، شگرفانه گردن
به رقصِ اصولِ طنازی برافراخته! هیهات، هیهات! محیّرِ حیرت
درین پرده خارج آهنگ است، و از هجومِ طرب جای تعجب تنگ!

---

† ... [illegible]

تلازمِ دربار به اجلاسِ خسروِ نوبهار بر سریرِ تختهٔ گلزار

دماغِ نسیم مشکین نکهتِ نافهٔ این بشارت است، و لبِ صبح در خندهٔ خرمیِ عیدِ این نوید که صاحب قرانِ کامگارِ نوبهار، پادشاهِ زمان، فرمان فرمای روی زمین، ظل الله فی الارضین، قهرمانُ الماءِ والطین ـــ که عندلیب صیتِ معدلتش بر شاخسارِ گیتی نغمه سرای اشتهار، و نسیمِ حکایتِ مکرمتش بر بوستانِ ارکانِ عالم نافه کشای انتشار ـــ از فرح آبادِ عالمِ قدس و اشرفِ جهاتِ شجرِ شگفتگی به طرفِ این طرفه گلشن (که سوادِ اعظمِ قلمروِ خرمی و دارالسلطنتِ [illegible] است) ظلِ سعادت گسترده و پَی مراجعت افگنده [illegible] ایمان غنچه بر سر و قبای خسروی گل در بر، به تختِ [illegible] برآمده! اُمراءِ نام دارِ ریاحین و ازهار در پایهٔ سریرِ سلطنت صف به صف نشسته، و پیاده و سوارِ سبزه و شاخسار گرداگردِ بساطِ معدلت جرگه بسته. [illegible] نسیمِ فروردین، از [illegible] سبزه و ریاحین،

---

* [illegible]

بگسترانیدنِ فرش‌های منقشِ ابریشمی دویده ؛ و دو رویهٔ صحنِ چمنِ
گلشن ، از بوته‌های رنگارنگِ یاسمن ، صندلی‌های خاتم‌کاری درهم‌چیده.
جزائریانِ پلنگینه‌پوشِ اشجارِ شکوفه‌بار ، در کریاسِ خیابان ، بهرِ پاس
از دو طرف صف کشیده ؛ و ریکایانِ قرقی کلاهِ سوسن ، در رستهٔ
جلوخانهٔ موجِ جوی‌بار ، بر قدمِ ادب آرمیده ؛ و ایشیک‌آقاسیانِ
چنار ، با عصاهای مرصعِ سرو ، به نظم و نسقِ بزمِ خسروی استاده.
شربت‌دارانِ سحاب ، به کشیدنِ نقل و نباتِ ستاره و آفتاب ، در
عرق افتاده . نوش‌مالانِ نسترِ الوانِ عنبری نفس اطباقِ مزعفرِ جعفری
به نزدیک و دور مائدهٔ حضور کشیده . ساقیانِ سیم‌اندامِ سیمین‌ساقِ
آب ، با شیشه و جامِ فواره و حباب . بر خرد و بزرگِ انجمنِ صحنِ
چمنِ سرو باده پیمای تشنگی گردیده . تفنگچیانِ قوی‌نامیهٔ خدنگِ
سرو در نهرِ جوی‌بار و کمانِ قوسِ قزح پیوسته ، تا اگر ستارهٔ خیره
نگر و عیش‌شکن سر در زند ؛ و شمشیرِ جوهردارِ کهکشان به دست و بازوی
چنار برکشیده ، تا گر آسمان کج گذرد دو نیمش کنند . اعیانِ تخت‌گاهِ
چمن و فرخ و شرابیه دارالسلطنهٔ گلشن — از اربابِ عمایم

ارون، و اصحابِ قلوبِ صنوبر، و مجذوبِ سالکانِ بیدِمجنون، و
قلم زنانِ بیدِ سرخ، و دیوان گرانِ گلِ صدبرگ، تا رعناقدانِ
شمشاد، و مرغوله‌مویانِ مشکین کاکلِ بنفشه و سنبل، و بازاریانِ
لاله و ریحان، و رعایای سبزه و سه‌برگه — به کامیابیِ دیدارِ
ولی‌نعمتِ نوبهار، بندِ قبا در بندِ قبا و کلاه بر کلاه استاده؛ و به شکرِ
مساعیِ جمیلهٔ ملک‌پروری و معدلت گستریِ دستورِ معظم وزیرِ اعظم
نفسِ نباتی، که حسبِ الحکمِ اعلیٰ در نظم و نسقِ ممالکِ نشو و نما —
از رتق و فتقِ صحو و غیم، و حل و عقدِ شکوفه و ثمر، و انتظامِ مداخل
و مخارج از امطار و ازهار، و تعمیرِ مرز و بومِ هر زمین، و توفیرِ کشت و
کارِ دهاقین — مآثرِ فراوان و آثارِ نمایان بر روی عرصهٔ روزگار
به ظهور رسانیده؛ و بر طبقِ رضای حضرتِ والا در ترفیهِ حالِ برایا —
از نضارت بخشیِ گلِ جعفری، و طرب افزاییِ لالهٔ عباسی، و نهال
گردنِ معزولانِ خسته دل، و از خاک بر داشتنِ بی برگ و نوایانِ
پا در گل، و با ضعفاءِ سبزه و به اقویاءِ شاخسار از وفورِ خُلق
به یک نسبت برآمدن، و به آشنا و بیگانه تر و خشک به یمنِ
وسعتِ مشرب بر یک و تیره سر کردن — کار از دائرهٔ امکانِ
بشری در گذرانیده؟!

همگنان از غلوص جنان متفق اللفظ و البیان استدعای خلود این خلافتِ کبری و دوامِ دولتِ عظمیٰ را به سوی آسمان بر کرده و دستِ دعاءِ اوراق به درگاهِ پروردگارِ علی الاطلاق بر آورده. فُصحاءِ فاختہ و قمری و خطباءِ بلبل و ہزار ثناطرازی پیش گاہِ سلطنت را غزل سرای قصائدِ غرّا و دعاگوئی دولتِ روز افزون را فاتحہ خوانِ زمزمۂ اخلاص و ولا گشتہ به گنج افشانی آستینِ سحاب جیب و دامنِ انجمن پر از زرِ ناب، و به عشقِ گرمی این ہنگامہ زاہد خشکِ خامہ تر زبان به این خطاب :

ساقی نامہ

بیا ساقی، ای چشمۂ زندگی!	سرِ سبز تو خضرِ پایندگی
بہار است، و می غلطد از جوشِ گل	ستارہ چو شبنم در آغوشِ گل.
از آن می، کہ در جامِ گل ریختی	کباب از دلِ بلبل انگیختی.
به آن آتش افروختی لالہ را	بدین آب شستی رُخِ ژالہ را.
بدان [illegible]	[illegible] پیامِ سفالین دوست.
شکوفہ [illegible] تسبیح [illegible] گسستہ	به دستارِ مستان پریشان شدہ.

ازان می، که ریزد چو بر خاکِ تن — گلِ خنده روید ز باغِ دهن.
گلستانِ دل را ز هر نوکِ خار — دهد نرگسِ دیدهٔ اعتبار.
به هر ریشه بازٌ آرد از بس فتوح — سفالِ تنِ مرده ریحانِ روح.
به هر آتشین† قطره بی اشتباه، — برآید ز لب نالهٔ صبرکاه.
به من ده که سوسن‡ زبانی کنم، — شوم سرو و رقصِ روانی کنم.
چه خواهد شد آخر، اگر بلبلی — ازان شاخِ ساعد به چیند گلی
دریغ، ای گل، از بلبل انصاف نیست! — به من جام بخشیدن اسراف نیست.
شرابِ تو بر جانِ محزونِ من — حلال است، چون بر لبت خونِ من.
عجب تشنه ام، خیز و ساغر بده، — چو چشمانِ خویشم مکرر بده.
بده، تا به نوشم چو خورشید و ماه — به یادِ دو ابروی دل خواهِ شاه!



ٌ بار   † آتش   ‡ شیدا

بعض

حواشی

۱۔آفتاب نقاب : وہ کہ جس کا نقاب (روبند، چہرے کے سامنے کا پردہ) آفتاب ہو۔ جناب ..... وہ صحن یا درگاہ (جناب) جو کمال آب و تاب کے ساتھ روشن ہو۔ جناب ...... نقاب صفت ہے بہار پیرا، یعنی اللہ، کی ۔

صمت : خاموشی ۔حضرت مریم کے ذکر میں یوں ارشاد ہوا ہے "اگر تو کسی شخص کو دیکھے تو کہہ دے کہ میں نے خدا ء رحمان کے لئے روزہ رکھنے کی منت مانی ہے ۔آج میں ہرگز کسی سے بات نہ کروں گی" (قرآن : مریم، ۲۶) ۔ یہودی قوم کا قاعدہ تھا کہ صوم (روزہ) کے دوران میں وہ بالکل خاموش رہتے تھے ؛کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے ۔

ھو : وہ ، یعنی اللہ ۔ غنچے کی چٹک کو ھو کی آواز سے تعبیر کیا ہے ۔

سرو ، جس کا قد (قامت) حرف الف کی طرح سیدھا

مستقیم) ہے، چاروں طرف سرخ رنگ کے گل ہای لالہ سے گھرا ہوا کھڑا ہے، اور اس طرح لا اللہ کی صورت پیدا کرکے (لا۔ا۔لہ) لا اللہ) اللہ کے سوا باقی سب کی نفی کر رہا ہے، کلمۂ توحید (لا الہ الا اللہ) پڑھ رہا ہے!

گران خواب: اضافت مقلوب، خواب گران، گہری نیند۔ نسیم نے کلیوں کو میٹھی نیند سلا دیا تھا۔ شبنم نے گلاب کا چھینٹا دے کر انھیں جگا (کر پھول بنا) دیا ہے۔

یہاں پہنچ کر اللہ کی حمد و ثنا ختم ہوتی ہے۔ اس کے بعد نعت رسول ہے، جو لفظ چکیدہ پر ختم ہے۔

۲۔ مُہرِ نبوت: حضرت نبی کریم صلعم کی پشت مبارک پر، دونوں کندھوں کے درمیان میں ایک نشان تھا جس کے بارے میں عامۂ مسلمین کا عقیدہ ہے کہ وہ نبوت کی مُہر تھی، جو جناب باری کی جانب سے آن حضرت صلعم کو عطا ہوئی تھی۔ او کی ضمیر آن حضرت کی طرف راجع ہے۔ حدیث فرشہ۔ فرشتے کی کہی ہوئی بات (حدیث)، یعنی الہام، ہاتف غیبی کی آواز۔ ایشان کی ضمیر "آل و" "اہل و عیال نبوی" کی طرف راجع ہے۔

بادیہ...... قربانات: اہل عرفان، عارف، خدا شناس لوگ۔

سطح ...... ہیولانی: سطح زمین، روی زمین، زمین۔

طوطی فلک ...... کیمیا۔ طوطی فلک (سبز نیلگون آسمان)
کے ایک انڈے (گول زمین) میں سے اس قدر رنگ برنگ کی سبزی
اور نباتات کے پیدا ہونے کو مصنف ایک سیمیائی کرتب بتاتا ہے، کیوں کہ
عموماً ایک انڈے میں سے ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے، نہ کہ زیادہ۔ اسی طرح
آسمان کو ایک کیمیاگر (اکسیری) قرار دے کر پھول کی کٹھالی (بوتہ) میں بے حساب
سونا اور چاندی تیار کراتا ہے۔ زرِ گل پھول کے زیرے کو بھی کہتے ہیں۔
سونے چاندی سے رنگا رنگ کے پھول مراد ہیں۔

۳۔ نہ بستہ۔ نہ کشد، اور نہ شکستہ۔ نہ نہد، دونوں جگہ دو دو نفی
کے آنے سے اثبات کے معنی پیدا ہو گئے ہیں۔ مشاطۂ فروردین نے عروسِ نوبہار
کو اس خوبی سے سجایا ہے کہ خود آسمان تماشا دیکھنے کو کھڑا ہو گیا ہے، اور
اس دُلھن کو خزاں کی لوٹ مار سے بچانے کے لئے اُس نے موسم (فصل) گرما کو
درمیان میں لا کھڑا کیا ہے! ادھر اردی بہشت نے گلشن کے نازنینوں کے زلف
و کاکل کو اس دلاویزی سے آراستہ کیا ہے کہ آفتاب نے ستاروں کی رقابت سے
محفوظ رہنے کے لئے ستاروں کو چھپا دیا ہے، (کیونکہ وہ بھی ان نازنینوں کے عاشق
ہیں) آفتاب اور آسمان دونوں اس عروس نازنین کے حسن و زیب کی بہار دیکھ رہے ہیں!
غیب۔ غیب کو چہرہ اور سبزی اور روئیدگی کو معشوق قرار دیا ہے۔

ارتیاب : شک و شبہ۔ صرف وہی دوربین، باریک بین اور دقیقہ رس (بالغ نظر) شخص ان غیب سے ظہور میں آنے والی گوناگون اور رنگا رنگ چیزوں کی حسن و خوبی اور ان کے جمال و کمال کا اندازہ کرسکتا اور ان کو قرار واقعی طور پر سمجھ کر قدرت خداوندی کی داد دے سکتا ہے، جس کی بینائی اور بینش اس کائنات کی مختلف، متفرق، بے حساب اور بے شمار موجودات کی مادّی اور ظاہری حیثیت اور کیفیت کو چیر کر خالق واحد کی ذات و صفات تک پہنچ سکتی ہے۔ جس شخص میں یہ اہلیت نہیں ہے، وہ ان وسیع و عریض موجودات کی حقیقت اور کیفیت کا اندازہ کیا خاک کرسکتا ہے!

سنگ آتش : یہاں بلا اضافت ہے؛ اصل میں اضافت کے ساتھ، وہ پتھر جس میں سے آگ نکالی جائے ؛

نہ گرفتہ - نہ کند اور نہ شد ۔ نہ اندازد، دونوں جگہ دو دو نفی مل کر اثبات کا فائدہ دیتے ہیں ؛

سوختہ برشتگی : سوختگی و برشتگی؛ یای مصدری، اور واو عاطفہ کے حذف ہے، سوختہ و برشتہ (جلا بھنا) ہونا ۔ جلنا بھننا ۔ تابہ، توا ؛

۱۱ - بمعراج ... پریدن = (در) پریدن بمعراج اجابت

(مشغول اند) ؛ خوشبو میں اُڑ اُڑ کر قبولیت (اجابت) کے بلند ترین مقام

تک پہنچ رہی ہیں۔ اسی طرح از عرش رحمت رسیدن = (در) رسیدن از عرش رحمت (معروف انداز: اولے' اور بارش کے قطرے رحمت کے بلند ترین مقام سے اس تیزی سے اُترے ہوئے چلے آرہے ہیں کہ پسینہ پسینہ (عرق ناک) ہوگئے ہیں۔ بہ اور از کو مرکب کے شروع میں لاکر مصدر کو مصدر مرکب کی شان میں پیش کیا ہے۔ اس قسم کے مرکب مصدروں کی مثالیں آیندہ بھی ملیں گی ؞

خاطر اور دردن، دونوں کے بعد است محذوف سمجھنا چاہئے۔

اگر، دونوں جگہ اگرچہ، گوکہ کے معنی میں ہے۔ ہمہ = بالکل، سراسر۔

۵ - غلوی نکہت : خوشبو کا مبالغہ، جوش ؛ خوشبو کی زیادتی، کثرت ؞

مجمر فسردہ : ٹھنڈی، بے آگ کی انگیٹھی ؛ وہ انگیٹھی ؛ جس کی آگ بُجھ چکی ہو۔ اسی لئے اس کے دماغ کو خشک (سوختہ) کہا ہے ؞

عطسہ انگیزی ...... ظاہر ہے کہ جو شخص فوارے کے قریب جائے گا اُس کی پیشانی پر پانی کے قطرے ضرور پڑیں گے۔ اسی طرح چھینک (عطسہ) کی وجہ سے آدمی کا سر ضرور ہلتا ہے۔ طراوت اور نکہت کی کثرت کو اس انداز سے بیان کیا ہے ؞

آتش و پنبہ۔ شگوفے کو روئی سے اور گلِ سرخ کو آگ

سے تشبیہ دی ہے۔ ہوا ایسی معتدل اور مرطوب ہے کہ آگ میں گرمی

نہیں رہی۔ ایسے ہی، نسیم ایسی ملایم ہے کہ فقر کی پیوندار گُدڑی (مرقع)

کے کھردرے پن (خشونت) میں وہی نرمی (لینت) آگئی ہے جو امیر کی

گلبدن میں ہے ؛

گاو : گاوِ گردون (آسمانی گائے) سے مُراد برج ثور ہے۔ گلنار کا

شیر اپنا پنجہ اٹھائے ہوئے (یاز) ثور کی گردن توڑنے کو تیار ہے۔ ان دونوں

جملوں میں بالیدگی (نشو ونما) کی کثرت اور شدت کا بیان ہے ؛

بدخشان : ایک پہاڑی علاقے کا نام ہے جو آمو دریا کے مغربی

کنارے پر واقع ہے اور لعل کی پیداوار کے لئے مشہور ہے۔ حقیقت

میں لعل بدخشان میں نہیں بلکہ شغنان میں ملتے ہیں جو آمو دریا کے

دوسرے کنارے پر واقع ہے ؛

نعمان : حیرہ کا ایک بادشاہ۔ دیکھو تلمیحات ؛

گل زمین : وہ قطعۂ زمین جس میں گلہا کی کثرت ہو۔ صد رنگ،

ہر قسم کا ؛

سرکوبی..... و دستارہ : اس لفظ "سر" کی مناسبت سے دستار کا

لفظ لایا گیا ہے ؛

۴۔ساقی موسم : آب و ہوا کے کمال اور تاثیر کی خوبی قابل تعریف ہے کہ در و دیوار جیسی غیر ذی روح چیزیں بھی ناز و نیاز جیسے لطیف کیفی حقایق کو اس خوبی سے محسوس کر رہی ہیں کہ گویا وہ ان کو دیکھ اور سن رہی ہیں !

شیر و شکر : دودھ (باران) اور شکر (برف) کثرت سے کھا لینے کے سبب سے زمین کے مزاج میں خونی (دموی) مواد اس قدر بڑھ گیا ہے (طغیان) کہ باوجود سینگی لگانے (حجامت) کے بھی بدن کے آبلے (اولے، ژالہ) کم نہیں ہوئے ۔ دودھ پلائی (آب کو دایہ فرض کیا ہے) نے فصد لگائی ہے، کہ شاید اس کے دودھ کا فساد ہو، مگر شقائق اور لالہ کے بدن کی سرخی نہ گئی، وہ جوں کے توں سرخ باد (سرخچہ) کے مرض (علت) میں مبتلا ہیں ۔ آب و باران کی کثرت سے طراوت کی شدت اور گلشن کی بالیدگی کا کمال دکھانا مقصود ہے ؛

طینت زاہداں - بہار اس جوش پر ہے کہ زاہد رند بن گئے ہیں اور بوڑھے جوانوں کی طرح عشق ورزی کر رہے ہیں !

دستار بند : (پگڑی والے) عالم فاضل لوگ، قاضی، مفتی، مشائخ وغیرہ جو شاہی دربار کے وظیفہ یاب (موظف) ہیں ؛

نوروز سلطانی - یہاں بھی نسبت کی ہے ، نوروز کو سلطان قرار

لیا ہے ؛ لہذا اُس کا حکم جہان مطاع ہے : ساری دنیا اُس کی اطاعت کرتی ہے ؛

سکۂ شگوفہ : یہ سکہ ہر سال نیا بنتا ہے ۔ مراد یہ ہے کہ ہر سال نئے شگوفے نئے پھول نکلتے ہیں ؛

دینارِ آخر : وہ دینار جو ایک جُوا باز جُوے میں ہارتے ہارتے سب سے آخر میں بچا لیتا ہے ۔ شاخسار کے دستار بندوں نے اپنا ایک ایک سکہ کرکے شاہد پرستی کی قمار بازی میں بے دریغ فضول خرچی (باد دستی) کے ساتھ صرف کر دیا ؛

ازرق پوشان : نیلے (ازرق) یا سیاہ یا سبز کپڑے پہننے والے، یعنی فقیر، صوفی اور اہل ماتم لوگ ۔ چنار کے درخت کو اس کی گہری سبزی کے لحاظ سے ازرق پوش یعنی صوفی اور (شاخ و برگ کا جو عام مریدوں کی طرح سیدھے سادے (سادہ لوح ۔ ہیں) پیر اور مرشد قرار دیا ہے ۔ بلندی کے لحاظ سے اس کو عرش رَو اور آسمان سیر کہا ہے ۔ بڑی عمر کے لحاظ سے بھی وہ پیر ہے ؛

۷۔ صفای وقت : وقت کی خوبی اور پاکیزگی کو گوہر اور اس کے طالب کو گوہر طلب کہا ہے ۔ ایسے لوگ اگر غم کے گرداب (ورطہ) سے بچنا چاہیں تو اُن کے لئے پڑنی شرب سے بھرا ہوا جام کشتی نوح کی طرح

باعث نجات و خلاص ہوگا۔ ایسے مبارک اور نفیس (خجستہ) موسم میں غم سے بچنے کی یہی تدبیر ہے۔ کہ بقطرہ سے لے کر در آمدہ تک جملہ معترضہ بیانیہ ہے۔ غور کرو کہ شروع سے آخر تک ابر، بارش، موج، سمندر، تلاطم، مد و جزر، طوفان، چار موجہ (گرداب) کا ذکر ہے۔ لہٰذا اصل جملے میں بھی گوہر (جو سمندر سے نکالا جاتا ہے)، کشتی نوح، ورطہ، ہوای موافق (شرطہ) اور سفینے سے کام لیا گیا ہے۔ اس پارے کے آخر تک اسی مراعاۃ النظیر کو استعمال کیا گیا ہے۔

لنگر: سنگین نشین۔ لنگر (ایسا لنگر جو مضبوطی کے ساتھ زمین میں گڑ جائے اور پھر اس کا اٹھنا مشکل ہو) اور بیکار محض (بادپیما) بادبان کی تلاش ... لئے ہے کہ اب ان دونوں چیزوں کی ضرورت ہی نہ ہوگی؛ کیونکہ موج سبزہ کی بھوں کے ایک اشارے اور حباب شبنم کی آنکھ کے زراسے کرشمے نے مکر و فریب (زرق) کی کشتی (زورق) کو زہد خشک کے پُر فریب ساحل سے ہٹا کر عباس آباد (باغ) کی مہتابی تک پہنچا دیا ہے۔ زہد و پارسائی اب بیکار ہے۔ عشق و حسن کا دور دورہ ہے؛ بڑے بڑے بنے ہوئے زاہد اس باغ میں پہنچ کر رند بن جاتے ہیں :

عباس آباد اس باغ کا نام ہے جس کی تعریف و توصیف میں یہ پورا رسالہ لکھا گیا ہے۔ صفی بسجال التائید، وہ کہ جسے تائید (مدد) خداوندی کے نزول (سجال) صاف کر چکے ہیں؛ اس کے بنانے میں خود اللہ میاں کی

مدد شامل حال رہی ہے ؛

رخت و رکیب : صبر و شکیب اور عقل و ہوش کا تمام سامان اور اسباب (رخت و رکیب ۔ رکیب = رکاب) اس باغ کی اُبلتی چھلکتی لبالب (لب گرداں) نہروں (جداول) کے مگرمچھوں کا نوالہ (طعمہ) ہوگیا، غارت و برباد ہوگیا ۔ ان نہروں کو دیکھ کر آدمی اپنا صبر و ہوش کھو بیٹھتا ہے ؛

مرغابی ...... : یہ پورا مصرعہ مضاف الیہ ہے، اور زمزمہ اس کا مضاف ہے "طوطیانِ اوراق" (مرکب توصیف تشبیہی) "صلا زوند" کا فاعل ہے۔ چنار کے ہرے ہرے پتّے زمین (خاک) کے پست ہمت مرغ دل (صعوہ ہمت، رہنے والوں کو پکار پکار کر بُلا رہے ہیں کہ آؤ اس عالم آب کا تماشا دیکھو! ہر طرف ایک طوفان برپا ہے ؛ مرغابی بن کے اس میں تیرو تو پورا لطف اُٹھاؤ گے !

۸ - خامہ . ... : مصنف کا قلم گویا خروس صبح (مرغا) ہے، جو اس غزل کے الفاظ میں نہایت خوش آیند لہجے کے ساتھ اذان (تکبیر) دے کر نیند کے ماتے دنیا داروں کو صبح تڑکے جگا کر نماز کے لئے کھڑا کر رہا ہے ۔ ایسے پرجوش موسم بہار میں صبوحی (صبح کے وقت کی شراب) نوشی اور بادہ [illegible] کے سوا نماز کی اور کیا صورت ہوسکتی ہے !

صراحی و قدح: غنچہ صراحی ہے اور گل پیالہ (قدح)۔ برگ، سازو سامان ۔ دوسرے مصرعے میں کھلے ہوئے پھول کی پنکھڑیوں کا خیمہ کیسا خوشنما بنایا ہے!

دلم ......: یہ مصرعہ حافظ شیرازی کے اس مصرعے سے ماخوذ ہے: "دلم ز صومعہ بگرفت و خرقۂ سالوس"

وقت: اس جوانی کے زمانے کو غنیمت سمجھو، کیوں کہ بڑھاپے میں جب فلک کی طرح کمر خم ہو جائے گی تو گل پوشی زیب نہ دے گی! فلک پیر ستاروں کے پھول پہنے کھڑا ہے، مگر یہ پھول اسے زیب نہیں دیتے:۔

۹۔ وضع دوران: زمانے میں زندگی کی اصلی وضع مستی اور رندی ہی ہے ۔ یہ پرہیزگار، نام نہاد کے ہوشیار، عجب احمق لوگ ہیں کہ مستی سے بچتے ہیں! غلط: غلطی، خام خیالی۔

بہ گل چینی: ب = برائے؛ گل چینی کی غرض سے، گل چینی کے ارادے سے:۔

اس تقریب میں بہار، نو روز، عباس آباد کا ذکر، ان میں سے ہر ایک شمار ہو سکتا ہے:۔

(۱) ۔ تبارک اللہ رب العالمین (اللہ، جہانوں کا رب صاحب برکت

ہے)۔ قرآن : اعراف ۵۴ اور مومن ۶۴) ؛ تبارک اللہ احسن الخالقین (قرآن : مومنون ۱۴)۔ فارسی محاورے میں یہ الفاظ عموماً استعجاب اور استغراب کے موقعے پر بولے جاتے ہیں۔

افضل الاشکال : سب سے اچھی شکل، یعنی دائرہ۔ دائرہ کا یہ نام اس لئے ہوا کہ وہ ایک ہی خط کی کشش سے پیدا ہوتا ہے اور اسے زاویہ اور ضلع کی ضرورت نہیں ہوتی۔

نیل بدنامی : اس مدّور حوض کے صاف شفاف پانی میں ایسا کمال حسن ہے کہ اس نے چاند کے چہرے کو نقصان (کمی، کاستی) کے نیل سے کالا کر دیا ہے۔ اس کی چمک کے سامنے چاند بھی مات ہے۔ چاند کے داغ اور اس کے گھٹنے بڑھنے کی عادت کی طرف اشارہ ہے۔ ماہ تمام : پورا، چودھویں کا چاند۔

چشمۂ حیات : چشمۂ حیات اس حوض سے شرما کر ظلمات کی تاریکیوں میں جا چھپا ہے۔ مبالغہ دیکھو کہ اس حوض کو سلسبیل کا مثیل بتایا، اور آب حیات کو ایک مٹکے (خُم) کے اندر بند کر دیا کہ پڑا ہوا سڑا کرے!

دہقان آفتاب : سورج نے جو روشنی دنیا میں پھیلا رکھی ہے، وہ اس نے اسی حوض میں سے نکالی ہے۔ اس نے آسمان کے چکّر (دور) کا رہٹ بنایا، اور برج ثور کے بیل کو اس میں جوت کر زمین کے ڈول

اور عکس کی رسی کے ذریعے اس نے اس مجسم صفائی کے چشمے (زمزم) میں سے روشنی (ضیا) کا پانی کھینچ کے دنیا کے باغ میں ہر طرف پھیلا دیا ہے۔

صورت شگوفہ: شگوفے کا عکس حوض کے لطیف پانی میں پڑ رہا ہے۔ یہ سیپی (صدف) ہے۔ شگوفے پر جو شبنم کے قطرے ہیں، ان کا عکس موتی (لآلی) بن کے نظر آرہا ہے۔ عکس آفتاب (جو پانی کی تہ میں نظر آرہا ہے) انھیں موتیوں کو نکالنے کے لئے آبگینۂ آب سر پر اوڑھے ہوئے (جیسا کہ غوطہ زن لوگوں کی عادت ہے) غوطہ زنی (غواصی) کر رہا ہے۔

انفس و آفاق: عالم ارواح و اجسام۔

۱۱۔ حکم آبش: یہ قول غالباً اس آیت قرآنی پر مبنی ہے کہ "ہم نے ہر ایک جاندار چیز کو پانی سے بنایا ہے" (انبیاء ۳۰)۔

بدر منیر...: اس موقعے پر، اور اس سے قبل کے دو فقروں کے شروع میں، یعنی صوفی صفۂ صفا... اور روشن دلی منزل نشین..... سے پہلے "این حوض" محذوف سمجھنا چاہیے۔ ان تین فقروں میں حوض کو بالترتیب صوفی، ایک روشن دل سیانا، اور بدر منیر بنا کے دکھایا ہے۔

اشکال: اہل ہیئت نے ستاروں کو بہت سی شکلوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان ہی میں سے وہ ستارے ہیں جو جنوب اور شمال کی طرف واقع ہیں۔ یہاں درختوں کو ان ستاروں سے تشبیہ دی ہے۔

الف: حوض کے چاروں طرف کی عمودی دیوار کو الف کہا ہے۔
حوض گویا ایک آئینہ ہے جس کے گرد ایک چوکھٹا لگا ہے۔

قلعۂ گلاب: دیکھو مقامات کا بیان۔

۱۲ - پرویز: ایران کا ایک بادشاہ۔ دیکھو تلمیحات۔

شمع: یہاں فوارے کو شمع اور حباب کو پروانے سے تشبیہ دی ہے۔

کدام: یہ استفہام، تعجب اور تعظیم کا فائدہ دیتا ہے۔ اُف یہ پانی تھوڑا ہی ہے، پارہ اُبل رہا ہے! نہیں، بلکہ یہ غازیوں کا نیزہ ہے کہ سورج تک کو پچھوڑے دے رہا ہے!

زعکس.... گل و لالہ کے رنگ کی شوخی کے سامنے شعلہ بھی ہیچ ہے۔

بازو فاعل ہے زدہ کا۔ سلاست: روانی، تیزی اور صفائی سے بہنا۔

۱۳ - تعالی اللہ: اللہ برتر و بالاتر ہے۔ فارسی میں تبارک اللہ کی طرح یہ الفاظ بھی تعجب اور استعجاب کے موقع پہ بولے جاتے ہیں۔ (قرآن: اعراف، ۱۹۰؛ طٰہٰ، ۱۱۴؛ مومنون، ۱۱۶؛ نمل، ۶۳)۔

نیشگفتہ اور نیا زردہ کے نفی اور اثبات کا فائدہ دیتے ہیں۔

آفتاب شکاری ہے ۔اس نے اپنے ہمہ گیر پرتو کا جال کندھے پر ڈال
کے کائنات کے ملک (سواد ہیاہی، اور اسی لئے اُسے ہند سے مشابہ کیا
ہے!) کے گرد ایک چکر لگایا اور اپنی کرنوں (شعاع) کے جال (شبکہ)
میں ان سب مور کے پروں کی طرح کی رنگا رنگ چیزوں کو پھانس لیا۔

صیادِ آفتاب .... دمیدہ: آفتاب نے دنیا کو روشن کرکے آنکھوں کے
سامنے یہ نظارہ پیش کیا، اور خیال کے جادوگر (بوالعجب) نے اُسے
دیکھنے والوں کے ذہن اور دماغ میں جما دیا؛ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ
ایسا نظارہ نہ کبھی دیکھا، نہ اس کا حال سنا!

اطلس رومی: (ایک بیش قیمت خوش رنگ ریشمی کپڑا) کا
رنگ اس باغ کے خوش رنگ گلنار کے مقابلے میں ماند پڑ گیا ہے۔
مخمل فرنگی خوب سمجھتی تھی کہ اس باغ کے سبزہ زار کا مقابلہ (ہم چشمی)
بیکار اور لاحاصل (بی صرفہ) ہے اسی لئے سو گئی، آنکھ چرا کے
بھاگ گئی۔ اس باغ کے رنگوں کے سامنے اچھے سے اچھے رنگ کی بھی
کوئی ہستی نہیں۔

صبح ..... برخیزد: صبح جب اپنی میٹھی نیند (شکر خواب)
سو کے اُٹھتی ہے، تو اُسے نیک شگون سمجھتی ہے کہ اُٹھتے ہی اس باغ کی
نسترن کی کیاریوں کی صورت نظر آئے۔ نسترن زارش در آراستانش

میں ش کی ضمیر باغ کی طرف راجع ہے ؛

چشم گوہر: موتی کی آنکھ اور سیپی کے کان بخوبی دیکھ اور سُن سکتے ہیں، اندھے بہرے نہیں ہیں۔ سرو اتنا اونچا ہے کہ موتی نے بھی اُسے دیکھ لیا، اور پھول اس زور سے ہنستے ہیں کہ سیپی کے کان بھی اُسے سُن سکتے ہیں۔

۱۴- سبزہ ..... کبود: سبزہ اور چنبیلی کی نزاکت اس بلا کی ہے کہ سبزہ درختوں کے سائے کے بوجھ سے دب گیا ہے اور چنبیلی کا بدن چاندنی سے چھل چھل کے نیلا پڑ گیا ہے۔

گُل ہائے رعنا: بانکے جوان (رعنا) گلاب کی سرخی گویا نوجوان شاخوں (اغصان) کی مہندی سے رنگی ہوئی انگلیاں ہیں۔

عقیق نما: گُل ارغوان اتنا سرخ ہے کہ دیکھنے والوں کی نگاہ کا تار عقیق (جو سُرخ رنگ کا ہوتا ہے) کی رگ معلوم ہوتا ہے۔

چمن گردش: چمن میں گھومنے پھرنے والے۔

صبحی ..... شجر: شوخ رنگ (آتشین) گلاب کی ایک ایک پتّی انگیٹھی کی چنگاریوں کی طرح چمکتی ہے، اور نسترن کا ایک ایک پھول ایسا نظر آتا ہے جیسے شاخوں کے بیچ میں سے صبح کی سفیدی اور روشنی۔ شاخ و برگ کی سبزی چونکہ سیاہی مائل ہوتی ہے، اس لئے

اسے شب سے تشبیہ دی ؛ اور نسترن کو سفیدی کی وجہ سے صبح کہا۔ عموماً صبح آسمان پہ نمودار ہوتی ہے، مگر یہاں درختوں میں سے پو پھٹتی ہے!

وسعت فضائی : یہ باغ اتنا وسیع ہے کہ اس کا ایک کنارہ تو مشرق تک پھیلا ہوا ہے (کہ وہاں کے درختوں نے صبح کو منقش کردیا ہے)، اور دوسرا کنارہ مغرب سے جا ملتا ہے، جہاں اس نے شفق (کی سرخ اطلس) کو دھاری دار بنادیا ہے!

بنام ایزد : یہ کلمہ تعجب کے اظہار کے لئے، قسم کے لئے اور نظر بد کے دور رکھنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

"رفعت" کے بعد "نمودہ" محذوف ہے۔ سرو سے ہلال گلے مل رہا ہے اور چنار کف الخضیب (= رنگین ہتھیلی، گویا مہندی میں رچا ہوا ہاتھ ہے) ستارے سے ہاتھ ملا رہا ہے۔ چاند اور سرو رعونت میں؛ اور چنار اور کف الخضیب بلندی میں ہمسر ہیں، اس لئے معانقہ اور مصافحہ کر رہے ہیں ؛

(۵) ۔ مسیح آباد : چونکہ اس باغ کی ہوا صحت آور ہے، اس لئے سے مسیح آباد کہہ اس صفت کو بتلایا ہے مسیحوں کی بستی ہے، جو ہر وقت بیماروں کو تندرست کرتے رہتے ہیں ؛

نفس دمیدن : ظاہر ہے کہ پھونک مارنے سے آگ بھڑکتی
ہے۔ مسیح (ہوا) کے دم سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں :
مسواک : شمشاد کی کنگھیاں (شانہ) اور سرو کی مسواکیں بنائی
جاتی ہیں۔ پگڑی (دستار) کو اُدسر (شورہ) زمین اس لئے کہا کہ یہ
دستار خشک زاہد کی ہے۔ اسی تعلق سے بعد میں مسواک کا بھی ذکر ہے۔
ہوا میں رطوبت اس قدر ہے کہ خشک زاہد کی پگڑی میں جو کنگھی رکھی
ہے اُس میں رگ ریشے پیدا ہوئے جا رہے ہیں، اور پانی میں
پودوں کو بڑھانے کی طاقت اتنی زیادہ ہے کہ مسواک پھر سے
سرو بن جاتی ہے :

سرو اور سفیدار بالچھڑ کی بڑیاں پہنے کھڑے ہیں، ورنہ
بید مجنوں کے عشق میں دیوانے ہو کر آندھی (گردباد) کی طرح جنگل جنگل
مارے پھرتے :

کوہ کن آب : پانی کا سرفوارے نے توڑ رکھا ہے، ورنہ وہ
نباتات کو دیکھنے کے لئے ایسا دیوانہ ہے کہ بادلوں کے پہاڑ کو بھی چیر
کے اوپر نکل جاتا۔ اس جملے کی تشبیہیں کیسی لطیف اور نادر ہیں :
سیّارہ : مسافروں کا قافلہ۔ ستاروں (کواکب) قافلے سے تشبیہ
دی ہے۔ داغ، تو لالہ سے جدا نہیں ہے؛ لیکن یہاں اُسے جُدا

تصور کیا ہے :

جعفری غنچہ = غنچۂ جعفری۔ ستارہ...... کوتاہ کردہ : اس تمام فقرے میں حضرت یوسف کے قصے کی طرف تلمیح ہے، اور وہی تشبیہیں لائی گئی ہیں۔ دیکھو تلمیحات، یوسف :

۱۶۔ سنجاب چونکہ نیلے رنگ کی ہوتی ہے، اس لئے نیلوفر کی ٹوپی سنجاب کی بنادی ؛ شاخ میں جو کلیاں ترچھی نکلی ہیں، ان کو عاشق مزاج بانکے جوان (شاخ) کی بانکی ٹوپی (عرق چین و اڑون) قرار دیا۔

حسن برشتہ، حسن ملیح، ہلکے سبز رنگ کا۔ چونکہ ریحان کو لیلیٰ وش کہا ہے اس لئے اُسے سیاہ پوش مجوسی سے تشبیہ دی ہے۔ فتان، فتنہ بھڑکانے والا، فتنہ باز :

خردۂ زعفران : زعفران کے پھول کا زیرہ۔ زعفران کو ہنسی اور خوشی کا سبب بتایا جاتا ہے۔ خیال ہے کہ زعفران کے کھیت کو دیکھنے سے طبیعت کو بےحد سرور ہوتا ہے :

مست گذارہ : بے طرح مست، سیاہ مست۔ اسی سیہ مستی کی نسبت سے لالہ کے داغ کو نیل کہا ہے۔

سراسر روی : عاشق لوگ، اس شوق میں کہ اس باغ کی کیاریوں میں آیا جایا چلا پھرا (سراسر روی) کریں، اپنے معشوقوں کے

کوچوں میں جانا چھوڑ بیٹھے ہیں ؎

سر لذت : گل کی صحبت کا لطف حاصل کرنے کے لئے اس نے معشوق کی صحبت اور ہم نشینی کے مزے اُٹھانے کا خیال ہی ترک کر دیا ہے (از سر بر خاستہ) ؎

ریحان : تلسی کا پھول (ریحان) جھکا ہوا ہے؛ اُسے ایک دُلہن سے تشبیہ دی ہے، جس نے حیا سے سر جھکا رکھا ہو۔ اُس کی یہی حیا پیر و جوان کے دلوں کو بے اختیار کئے دیتی ہے۔ سب اُس کے دیدار کے مشتاق ہیں ؎

گریۂ... معشوقان : نرگس پر سے جو شبنم کے قطرے ٹپک رہے ہیں، اُن کو محبوبوں کے بناوٹی (ساختگی) رونے سے تشبیہ دی ہے۔ مگر اس رونے نے عاشقوں کو اتنا بے قرار کر رکھا ہے کہ گویا اُن کے تاب و تواں کا سارا سامان ایک طوفان کی نذر ہو گیا ؎

دشنہ در آستین : سوسن کے پتّے کی شکل ایک خنجر (دشنہ) کی سی ہوتی ہے، مگر پھول نیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ اس لئے اُسے ایسے عیار اور مکار زاہد و صوفی سے تشبیہ دی ہے، جو نیلی صوفیانہ عبا کندھے پر ڈالے اور اپنے خنجر کو آستین میں چھپائے لوگوں کے ہوش و حواس کی جیبیں کترتا پھرتا ہے۔ آستین کی اضافت سے شبہ

ہے ۔ دشنہ در آستین ہونے کی غایت کیسہ بُری (جیب کترنا) ہے :

خنجر : بید کا پتّہ (جو خنجر کی شکل کا ہوتا ہے) اس لئے سرخ ہے کہ اُس نے غم و رنج کا خون کیا ہے :

دم ریختہ : ریحان نے اپنی کلھاڑی (یا چُھرے - دہرا) سے اتنی مرتبہ رنج و الم کا سر توڑا ہے کہ اُس کی دھار جھڑ گئی ہے (دم ریختہ) :

۱۷- گرز : نارون کی کلی کو گرز بتایا ہے جس سے وہ غم کا سر توڑتا ہے ۔ اسی طرح چار برگ کو چار آئینہ سے تشبیہہ دی ہے جسے سپاہی لوگ حربے کی زد سے محفوظ رہنے کے لئے سینے پر باندھتے ہیں :

بس کہ .....: چنار کا ہاتھ (اُس کا پتّہ جو ہاتھ کی طرح کا ہوتا ہے) اتنا اونچا ہوگیا ہے کہ اُس نے سورج کا ہاتھ مروڑ دیا ہے ۔ چنار کی بلندی کا بیان ہے :

نرگس مست .....: اس شعر میں لف ونشر غیر مرتّب ہے ۔ سوسن اور دشنہ کے لئے اوپر کا نوٹ دیکھو :

شاخ ریحان .....: تلسی کے قریب ہی لالہ لگا ہے ؛ تلسی اُس پر سایہ کئے ہوئے ہے ۔ لالہ کے تاج سے فائدہ اُٹھا کر شاعر نے تلسی کو ہما کا پَر قرار دیا ہے ۔ اہل ایران کا یہ عقیدہ مشہور ہے

کہ ہما (ایک فرضی پرندہ) کے سایے میں آجانے سے آدمی بادشاہ (تاجدار) ہو جاتا ہے۔

سپہ سبزہ: بسر، بسرش، بسرِ لالہ۔ سبزے کے سپاہی بہت سا زر (یعنی شبنم کے قطرے) لالہ کے سر پہ نچھاور کر رہے ہیں، اور گل بھی بے حساب سونا لوٹ کے لایا ہے (زر بسپر کشیدہ) اور بادشاہ (لالہ) کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔

نسترن: سیوتی سفیدی اور نرمی میں صبح کے بچے سے اور اس پر شبنم کا جو قطرہ پڑا ہے وہ چمک دمک میں صبح کے ستارے سے مشابہ ہے۔

بوی سنبل: جو شخص اس باغ کے سنبل کی خوشبو سونگھ چکا ہے (شنیدہ)، اُس کے لئے بہشتی حور کی زلف کی خوشبو بد دماغی کا باعث (سوی دماغ) ہو جاتی ہے۔ نکہتِ زلفِ حوریں وہ بات کہاں جو اس باغ کی بوی سنبل میں ہے!

قاصرات الطرف: نیچی نگاہوں سے دیکھنے والی (شرمیلی) لڑکیاں (قرآن مجید: الصافات، ۴۸ : الرحمان، ۵۶)۔ اس باغ کے نرگس کو (جو فرطِ حیا سے نگاہیں نیچی کئے رکھتے ہیں اور دیدہ دلیر نہیں ہیں)، دیکھنے سے قاصرات الطرف کی خوبیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

خاک این روضہ : اس باغ کی خاک جنت کی ہوا کی

طرح طراوت زا اور نکہت فشاں ہے۔ اللہ (اُستادِ بہشت) کا بہترین (آخرین — نقاش، نقش ثانی بہتر کشد ز اوّل) نقش یہ باغ ہے نہ کہ جنت:

نو عروساں ..... بزم سور شد : یہ تینوں شعر قطعہ بند ہیں ان کو ملا کر پڑھنا اور سمجھنا چاہئے۔ نوعروساں (نئی نویلی دلہنیں) سے حقیقی طور پر دلہنیں اور مجازی طور پر باغ کے درخت اور پودے دونوں مراد ہو سکتے ہیں:

غنچۂ بکر: غنچہ نوجوان دوشیزہ (بکر) دلہن ہے، جو خوشبو (شمیم) کے زیور سے آراستہ ہوکر اپنے دولہا نسیم کے استقبال کے لئے تیار ہے۔ عام عقیدہ ہے کہ نسیم ہی غنچے کے کھلنے کا باعث ہوتی ہے؛ اس لئے یہاں نسیم کو شوہر قرار دیا ہے۔ اس کے بعد کے شعر میں بلبل کو ان دولہا دلہن کے نکاح کا خطبہ لکھنے والا بتایا ہے؛ اس کے بعد نثر میں محفل شادی کا بیان آتا ہے:

پیش کاری : اس محفل شادی کا انتظام (پیشکاری) نسیم شمال کے ہاتھ میں ہے، اور وہی دلہن کو بنانے سنوارنے والی (مشاطہ) بھی ہے:

سفیداب : لانہ (مشتاق) دلھن کے چہرے کے لئے گلگونہ لئے

کھڑا ہے، اور کلی کی پتی سفیداب کی ٹکیا (قرص) لینے کو جارہی ہے۔
گلگونہ اور سفیداب زنانہ آرائش اور سنگار کی چیزیں ہیں۔

وسمہ: سہ برگہ پھول کا رنگ نیلا ہوتا ہے۔ اس لئے اُسے وسمے سے متعلق کیا ہے: سہ برگہ چولھے (بار) پر دیگچی چڑھائے ہوئے دلھن کی بھووں پر لگانے کے لئے وسمہ پکا رہا ہے۔ بنفشہ اپنے ہرے ہرے (زمردین) پتوں کی سوئی سے دلھن کے ماتھے پر سیاہ (عنبرین) خط کھینچ رہا ہے۔ ایران اور ترکستان میں دلھن کے چہرے پر سُرمے سے سیاہ خط اور نقطے بنائے جاتے تھے ٭

آب از حباب: حباب کو آئینہ قرار دیا ہے۔ پانی آئینہ لئے بیٹھا ہے۔ آئینہ دار، وہ خدمتگار جو سنگار کے وقت آئینہ دکھانے پر مقرر ہوتا ہے۔ سبزہ کھڑا ہوا کنگھی کر رہا ہے، اور پانی بیٹھا ہوا آئینہ دکھا رہا ہے۔ نسترن کی سفیدی کی وجہ سے اُسے بلورین جام سے تشبیہ دی ہے ٭

جائی مفلسان خالی: نکاح کے بعد چھوہارے اور مصری (نقل و نبات) اور اشرفی، روپیہ (زر سرخ و سپید) تقسیم اور نچھاور کیا جاتا ہے۔ اب کوئی مفلس نہیں رہا۔ اس فقرے میں اسی رسم کا بیان ہے، یہاں دونوں چیزیں بسیار اور بے شمار ہیں ٭

۱۹۔ نغمہ سرائی: نکاح کے بعد مبارکباد کے ترانے اور گیت گائے جاتے ہیں۔ قمری اور بلبل (ہزار)، چکاوک اور سارسے بہتر کون اس کام کو کرسکتا ہے!

شنگرفان گلشن: باغ کے حسین اور خوش رو (شنگرفان) پھول اپنی شوخی اور طراری (گرمی) کا، اور درخت اور پودے (بازیگران) اپنے قد و قامت کی رعنائی کا تماشا دکھا رہے ہیں۔ لالہ اور شقائق رنگ اور گلال سے کھیل رہے ہیں، و شوخ و طرار (شنگول) سوسن ناچ رہی ہے:

سینی بازی: اس نظارے میں بازیگروں کے اس تماشے سے استعارہ لیا ہے، جس میں بازیگر ایک تھالی کو پہلے ایک چھڑی کے سرے پر خوب گھماتے اور نچاتے ہیں، پھر اس گھومتی ہوئی تھالی کو ہوا میں اچھال کر دوبارہ اس چھڑی کے سرے پر لے لیتے ہیں اور وہ تھالی بدستور ناچتی رہتی ہے۔ یہاں مصنف نے خطمی کے پھول کو تھالی (سینی) اور شاخ کو چھڑی [illegible] دیا ہے۔ خطمی کی اس سینی بازی کا نتیجہ یہ قرار دیا ہے کہ اس تماشے سے تماش بینوں کے سینوں [illegible] رنج و غم کی تپش جاتی رہتی ہے۔ [illegible]

[illegible]

شیشہ باز: اس فقرے میں پانی کو شیشہ باز اور فوارے کو پانی کا بھرا ہوا قرابہ قرار دے کر شیشہ بازی کے تماشے کا سین باندھا ہے۔ شیشہ باز پانی کا ایک بھرا ہوا شیشہ (قرابہ) سر پر رکھ کر ناچتے ہیں، اور کچھ کچھ وقفے کے بعد ناچتے ناچتے اس قرابے کو کندھے، گردن اور بازو پر بھی پھینکتے جاتے ہیں، اور اس کل حرکت میں پانی چھلکنے اور گرنے نہیں پاتا۔ پانی کے فوارے کا یہ نظارہ کس قدر صحیح ہے۔

معلّق۔ پانی کے بلبلے کو چمک اور گولائی کے لحاظ سے چاندی کے سے غبغب (والے شخص) سے تشبیہ دے کر، اس کے پاؤں کو دامن میں لپٹا ہوا (پابدامن پیچیدہ) دکھا کر گولائی کو اور زیادہ نمایاں کر دیا، اور پھر اسے کبوتر کی طرح کلا۔ یا معلق زناں کرتے ہوئے دکھا دیا۔ ایک طرف تو یہ ہو رہا ہے دوسری طرف درخت (نہال) صف اور مسرت میں ایسی افشاں، [illegible] کی مانند چمکتے موتی کی صورت ناچ رہے ہیں۔ گلبار [illegible] درخت پرندوں کے نقش ہیں، اور فرشتہ کی شکل وہ اس کے نیچے ہو کہ ہم کی طرح چھٹو رہیں۔

سبحان [illegible] پیدا [illegible] کی [illegible] کی [illegible]

[illegible] کی تشبیہ [illegible] (مصرع اول) کا سبب یہ ہے

کہ ایسے ایسے زاہد بھی آج ناچنے گانے میں مصروف ہیں! حال کے لفظ میں زاہد اور صوفی کی کیفیت کی طرف اشارہ ہے:

ناروں: انار (ناروں) پگڑی باندھے ہوئے (معمم)، آج فوارے کی بانسری (نای) کی آواز پر صوفیوں کی طرح نرسنگھے اور تُرم (مولو) کے ساتھ سر دھن رہے ہیں۔ شجرہ = درخت؛ پیر دل اور مرشدوں کے سلسلے کا نقشہ۔ناروں کو یہاں سید قرار دیا ہے:

سرو آزاد: سرو کا عجیب حال ہے۔یا تو وہ بارہ مہینے (چار فصل) عبادت گذار لوگوں (عباد) کی طرح برابر سائے کے مصلّے (سجّادہ) پر کھڑا عبادت کیا کرتا تھا، یا آج یہ رنگ ہے کہ دھنک (قوس قزح) کی رنگ برنگ (الوان) کی کشمیری شال سر پر لئے (یعنی سرو کا قد اتنا بلند ہے!) بانکے نوجوانوں (رعنا سبزان) کی طرح پورے تال سم کے ساتھ ناچنے میں مشغول ہے۔آخر آج اس نے ایسی کون سی خوش خبری سنی ہے کہ اس رنگ ڈھنگ میں دکھائی دے رہا ہے!

ا۔ہیہات: افسوس اور حیرت کا کلمہ ہے۔مصنف اس سے قبل بید مولہ، ناردن اور سرو کی اس دیوانگی اور غیر حالت پر تعجب ظاہر کرنے کے بعد اب خود ہی جواب دیتا ہے کہ: تعجب کا مقام تو ضرور ہے، لیکن خوشی اور سرور (طرب) کی اس وقت اتنی کثرت ہے

کہ خود حیرت بھی (جسے یہاں محیر یعنی حیران کرنے والا کہا ہے) اس قدر سراسیمہ، پریشان اور بدحال ہے کہ بے تال بے سُرا (خارج آہنگ) ہوگئی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس وقت ہجوم طرب کی وجہ سے سب سرشار اور اپنے حال سے بے حال ہیں ؛

۲۱ - دماغ نسیم ..... : جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، نوبہار کو بادشاہ قرار دے کر مصنف نے اُس کا دربار سجایا ہے اور اس فقرے میں اُسے صاحبقران، کام گار، بادشاہ زمان، فرمان فرمای روی زمین (کیوں کہ زمین کی حالت اُسی کی وجہ سے سدھرتی ہے)، ظل اللہ... (زمینوں میں خدا کا سایہ، اس لئے کہ زمین کا انتظام اور بندوبست گویا بہار ہی سے وابستہ ہے) قہرمان .... الطین (پانی اور مٹی کا منتظم اور کار فرما، اس بنا پر کہ پانی کے برسانے اور بہانے اور سبزے کے پیدا کرنے کے کام اُسی کے ہاتھ میں ہے) کے القاب سے یاد کیا ہے۔ نسیم کا دماغ اس لئے معطر (مشکین نکہت) ہے، اور صبح کے ہونٹوں پر اس سبب سے عید کی سی خوشی چھا رہی ہے کہ یہ بادشاہ اپنی تنہائی کے عالم سے (جہان تجرد، جسے ایک پاک اور بزرگ دنیا اور فرحت کے گھر سے تشبیہ دی ہے) نکل کر اس گلشن میں آکر ٹھہرا ہے (پی مراجعت افگندہ)، اور غنچہ اور گل کا تاج او دیہیم، اور قبا پہن کر بن سے

جڑاؤ (مرصع) تخت پر آکر بیٹھا ہے! اس بادشاہ کے انصاف (معدلت)
اور اس کی بزرگی کا شہرہ (صیت) تمام دنیا میں، سارے جہان (گیتی،
عالم) میں پھیلا ہوا ہے ؛

پیادہ و سوار : سبزے کو پیادہ اور شاخسار کو سوار اس لئے کہا
ہے کہ سبزہ زمین پر بچھا ہوتا ہے اور شاخیں اونچی اور کھڑی ہوتی ہیں ؛

بساط معدلت : وہ مسند جس پر بادشاہ بیٹھ کر مقدمات سنتا
اور انصاف کرتا ہے ؛

۲۲ : فرش ہای منقش : نسیم نے (جو فرش بچھانے کی خدمت
پر ہے : فراش) سبزے اور پھولوں (ریاحین) کو کچھ اس طرح ایک
دوسرے سے ملایا (تشابک) اور برابر کر دیا ہے کہ بالکل ایسا معلوم
ہوتا ہے جیسے ایک ریشمی اور نقش دار فرش بچھا ہوا ہے۔ پھر اس فرش
پر رنگ برنگ کی چنبیلی (یاسمن) کے بوٹوں (بوتہ ہا) کی کرسیاں (صندلی ہا)
لگائی ہیں — اور یہ کرسیاں گویا ہاتھی دانت میں پچی کاری (خاتم کاری)
کر کے بنائی ہیں ؛

جزائر ہان .... استادہ : درخت جن پر سے کلیاں کثرت
کی وجہ سے بکھری پڑتی ہیں (شگوفہ ہا) گویا چیتے کی کھال کی پوستین
پہنے، پیچ دار ... ... جزائری ... ... (رخشاں ...) کے ...

(کریاس) میں پہرہ (پاس) دے رہے ہیں۔ سوسن، قرقی (اُونی) ٹوپی اوڑھے، نہر کے راستے پر بڑے ادب کے ساتھ چوبدار (ریکا) بنی کھڑی ہے۔ چنار، سرو کے عصا ہاتھ میں لئے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرو اور چنار کے درخت قریب قریب لگے ہوتے ہیں) اس شاہی محفل کے انتظام کے لئے داروغہ (ایشک آقاسی) بنا ہوا ہے۔ ہر درخت خاص خاص خدمت پر مامور اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے:

شربت داران : بادل، جو شربت پلانے کی خدمت پر مامور ہیں، بھاگ کے ستارے اور سورج کے نقل اور مصری لاتے لاتے، محنت و مشقت کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہوگئے ہیں (در عرق افتادہ):

توشمالان : کھانے کا بندوبست کرنے والے (توشمالان) خاص الخاص خوشی کی طرح طرح کی نعمتیں (کھانے) چن رہے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے زعفرانی رنگ، مزعفر، کے جعفری (کے پھول، دور اور پاس سب جگہ کے لوگوں کے لئے دسترخوان (مائدہ) بنا لگا دیئے ہیں:

ساقیان ....آب : پانی ساقی کا کام کر رہا ہے، اور

فوارے کے قرابے اور بلبلے کے پیالے میں شگفتگی کی شراب بھر بھر کر اس بزم شاہی کے سب چھوٹے بڑوں کو پلا رہا ہے :

تسقچیان ... دونمیش کنند : نباتات کی بالیدگی کی تمام قوتیں (قوای نامیہ) منتظم (تسقچی) ہیں ۔ یہ لوگ دھنک کی کمان (جس میں نہر کا تسمہ اور سرو کا تیر لگا ہے) ہاتھ میں لئے تیار کھڑے ہیں کہ اگر کوئی ستارہ اس محفل کو ذرا بھی کڑے تیوروں سے دیکھے (خیرہ نگرد) تو اس کی آنکھ پھوڑ دے ۔ اسی طرح چنار (جو بلندی میں آسمان سے باتیں کرتا ہے !) کہکشاں کی تیز اور چمک دار تلوار لئے ہوئے تیار ہے کہ اگر آسمان (اپنی عادت کے مطابق) ذرا بھی ٹیڑھی چال چلنے کی ہمت کرے تو اُسے کاٹ کے دو ٹکڑے کر دے ۔ اللہ رے بندوبست !

اعیان تخت گاہ ..... درگذرانیدہ : یہ سب ایک فقرہ ہے ۔ اعیان..چمن اور وضیع .... گلشن فاعل ہیں ، اور استادہ ، رسانیدہ ، درگذرانیدہ (جو بالترتیب ان تینوں جملوں کے آخر میں آئے ہیں) ان کے فعل ہیں :

۲۳ - ارباب عمائم : نارون ، صنوبر ، بید مجنون ، بید سرخ ، صدبرگ ، شمشاد ، بنفشہ ، سنبل ، لالہ ، ریحان ، یہ ہر گونہ سب درخت ، پودے اور پھول ہیں جن کو یہاں شکل ، حالت اور فعل کے لحاظ سے مختلف

اشخاص سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ناروِن (انار) شکل میں عمامہ والوں سے مشابہ ہے۔ صنوبر کو صاحب دل اس لئے کہا ہے کہ اس کا پھل دل کی شکل کا ہوتا ہے۔ بیدمجنون کی شاخیں الگ الگ اور پریشان ہوتی ہیں، اس لئے اسے مجذوب سالک کہا ہے۔ بید سرخ سے قلم بنالئے جاتے ہیں، اس لئے اسے منشی اور دبیر (قلم زن) بتایا ہے۔ صدبرگ پھول کو اس کی خوبی اور لطافت کی وجہ سے صاحب عدالت (دیوان گر) قرار دیا ہے۔ شمشاد کے قد کی رعنائی، بنفشہ اور سنبل کی مرغولہ موئی ظاہر ہے۔ لالہ اور ریحان معمولی پھول ہیں، عموماً خود رو ہوتے ہیں اور ان کی خوشبو ہر جگہ پھیلی رہتی ہے، اس سبب سے انھیں بازاری کہا، اور سبزے اور چنبیا کو رعایا سے تشبیہ دی کیونکہ یہ چیزیں چمن کے کونے کونے میں نظر آتی ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ سب لوگ اپنے آقای نعمت نوبہار کا ورشن کرنے کے لئے چمن میں آتے ہیں۔ نوبہار بادشاہ ہے، اور نفس نباتی اس کا وزیر ہے، جو شاہی حکم کے مطابق نشو ونما کی مملکت کا انتظام کرتا ہے:

بند قبا ..... کلاہ سے بے انتہا ہجوم کا حال معلوم ہوتا ہے:

وزیر اعظم: یعنی نفس نباتی، کے انتظام اور بندوبست (رتق

و فتق) کی تشبیہ دی گئی ہے۔ بادشاہ کا [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] کو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

پانی کا برس کر زمین کے اندر داخل ہونا (مداخل) اور اس کے اثر سے پھولوں (ازہار) کا نکلنا (مخارج)؛ ہر قسم کی زمین کا، خواہ وہ آباد اور جوتی ہوئی (مرزبا) ہو خواہ بن جُتی (بوم) ہو، ہر لحاظ سے درست رکھنا؛ اور کسانوں (دہاقین) کے کام کی ترقی — یہ سب فرائض وزیر نے بڑی خوبی سے انجام دئے ہیں۔ مراد یہ کہ نفس نباتی کی برکت سے ہر طرف سبزی اور رونق ہے؛ زمین ہر طرح شاداب اور آباد ہے ‫‬ ‫ؔ‬

نہال: خوش و خرم، کامیاب؛ درخت، پودا۔ معزداران خستہ دل: وہ بیج اور گٹھلیاں جن کے اندر گری ہوتی ہے — ان کو خوش اور کامیاب کر دیا، اور درخت بنا دیا۔

پا در گل: مٹی کے اندر جو بیج دبے ہوئے پڑے تھے اور خاک میں روندے جا رہے تھے ان کو خاک سے اٹھا کر بلند اور معزز کر دیا۔

ضعفاء ..... واقویاء: سبزے کو ضعیف اور عاجز لوگوں سے اور شاخسار کو مضبوط اور سربلند لوگوں سے تشبیہ دی ہے۔

آشنا و بیگانہ: نفس نباتی اور نشو و نما کے تعلق سے تر اور تازگی بھری چیزوں کو آشنا اور خشک و بے آب کو بیگانہ کہنا کس قدر صحیح اور پرمعنی ہے۔

طوق بشری : وزیر کے یہ سب کام اور کمالات ایسے ہیں

کہ انسان کی طاقت سے باہر ہیں ؛

۲۴۔ ہمگنان : جو حالت اور کیفیت اوپر بیان ہوئی، اس کے ہوتے ہوئے ظاہر ہے کہ سب کے سب خسرو نوبہار اور اس کی سلطنت کے لئے ہمیشگی (دوام، خلود) کی دعا مانگیں گے۔ فاختہ اور قمری جیسے فصیح اور بلبل اور ہزار جیسے خطیب اس بادشاہ کی جتنی بھی تعریف کریں کم ہے ؛

گنج افشانی : بادل (سحاب) خسرو نوبہار کا خزانچی ہے، اور اس خدمت پر مامور ہے کہ وہ قصیدہ خوانوں کو انعام دیا کرے ؛

زاہد خشک خامہ : قلم کو زاہد خشک اس سبب کہا ہے کہ لکھنے کے عمل سے پہلے وہ خشک ہوتا ہے اور ایک طرف قلمدان میں پڑا رہتا ہے۔ اس ہنگامہ آرائی سے قلم بھی اس قدر متاثر ہوا کہ وہ بھی تر زبان ہوگیا، اور ساقی نامہ لکھنے لگا !

بیا ساقی : قاعدے کے مطابق ساقی سے خطاب کیا ہے۔ کل ساقی نامہ عشق مجازی کے رنگ میں ہے۔ ساقی سے شراب طلب کی جارہی ہے۔ لیکن جائز ہوسکتا ہے کہ یہاں ساقی سے ساقی حقیقی کے معنی میں اللہ میاں مراد لی جائے گی کیونکہ لالہ کو کھلانا اور رنگ و بو دینا، ژالہ کو صاف

کرنا، اور کلیوں کو کھلانا سب اللہ کے کام ہیں ؛

سبز: ہرا بھرا، ترو تازہ، اس صفت کی رعایت سے پایندگی (پائداری، ہمیشگی) کو خضر یعنی راہ نما، سے منسوب کیا ہے ؛

ستارہ......: اس سے معلوم ہوا کہ گل میں نشو و نما اور بالیدگی اس بلا کی ہے کہ وہ بلند ہو کر آسمان تک پہنچ گیا ہے!

ازان می.... انگیختی: یہ ازان می، پھر پانچویں اور ساتویں بیت میں ہمان می اور ازان می، یہ سب گیارھویں بیت کے "بہ من دہ" سے متعلق ہیں: اے ساقی تجھے ایسی شراب دے جو ایسی اور ایسی ہے۔

پرآن آتش: شراب رنگ میں آگ اور بہنے میں پانی کی طرح ہے۔ اسی لئے بلبل کا دل اس میں بھن کر کباب ہو گیا۔ وہ آتش ہونے کے لحاظ سے لالہ افروزی اور آب کی حیثیت سے ژالہ کی روشوئی کرتی ہے ؛

شلائین: شوخ، عاشق، مفتون، گرویدہ۔ ریحان دیوانہ وار اس شراب پر عاشق ہے۔ ریحان گہرے رنگ کا ہوتا ہے، اور عموماً اسے سفال کملے میں لگایا جاتا ہے اس لئے اسے شراب کے جام سفالین کا سیہ مست عاشق کہا ہے ؛

[illegible] ہاک سے اور سبزہ کو گل سے

تشبیہ دی ہے ۔ یہ شراب تن پر گرتی ہے تو خندہ اُگتا ہے ۔ مراد یہ ہے
کہ یہ ایسی فرحت انگیز اور اس قدر نشاط افزا ہے کہ اس کے پینے سے
آدمی خوش ہو کر ہنسنے لگتا ہے ؛

نوکِ خار : یعنی روحانی اور جسمانی تکلیفیں اور صدمے ۔ اس
شراب کے پینے سے بصیرت حاصل ہوتی ہے ؛

بہ ہر رشحہ : اس شراب کے ہر قطرے کے ٹپکنے (رشحہ) سے
اس قدر کشایش اور فراخ حوصلگی (فتوح) پیدا ہوتی ہے کہ مردہ بدن
میں جان آجاتی ہے ؛

اگر بلبلی : عاشق (طالب مے) کو بلبل ، شراب کو گل ، اور ساقی
(معشوق) کے ہاتھ (ساعد ۔ کلائی) کو شاخ گل قرار دیا ہے ۔ اے ساقی ،
اگر مجھے تیرے ہاتھ سے شراب مل جائے تو آخر اس میں کیا قباحت ہے ؛

ای گل : ساقی کو گل کہا اور اپنے آپ کو بلبل ۔ شراب کی
طلب میں اصرار کیا ہے ؛

عجب تشنہ ام : میں سخت پیاسا ہوں بشراب دے ۔
[illegible] لفظ چہ کے ذریعے ضمناً آنکھوں کو ساغر سے
تشبیہ دی ہے ۔

خونِ شہیدان : شراب کو خونِ شہیدان [illegible] سے مشابہ کہا [illegible]

سے تشبیہ دی ہے۔ یا یہ کہ خورشید اور ماہ دونوں ساغر ہیں : جس طرح
چاند اور سورج ممدوح کی یاد میں اور اس کی صحت و اقبال کی
دعائیں اپنے اپنے ساغر میں شراب پی رہے ہیں، اسی طرح میں بھی
پیوں ۔ ابرو دو ہیں، ساغر بھی دو ہیں۔ اس لئے مے نوشی بھی مکرر
ہونی چاہئے ؛



فرہنگ

آ

آب دندان: وہ میوہ جس کے کھانے سے دانتوں کو تکلیف نہ ہو؛ ایک طرح کی مٹھائی ۔ مغلوب، عاجز، دبا ہوا ۔ بتان آب دندان، ایسے معشوق جو مطیع اور فرماں بردار ہوں ؛

آبگینہ بر سر کشیدن: آئینہ، شیشہ سر پر رکھنا ۔ پانی میں غوطہ لگانے والے سر اور چہرے کی حفاظت کے لئے کوئی چیز سر پر اوڑھ لیتے ہیں ۔ اس عمل کو آبگینہ بر سر کشیدن کہتے ہیں ؛

آثار: اثر کی جمع، نشان : حضرت رسول عربی صلعم کی سنت، حدیث ؛

آخرین نقش: آخری، سب سے بعد کا بنایا ہوا نقش ۔ کہا جاتا ہے کہ "نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول" اس لئے سب سے آخری نقش بہترین نقش ہوگا ۔ عمدہ، نفیس، بے نظیر چیز ؛

آذر: (ذ مفتوح) پارسی جنتری کے نویں مہینے کا نام، اور اس مہینے کے نویں دن کا نام؛ پوس کا مہینہ۔ ابر آذری، وہ ابر جو موسم بہار کے آغاز میں آئے اور برسے۔

آل: اہل و عیال، خاندان، گھرانا، اولاد؛ لال، سرخ، سرخ رنگ۔

آہنگ: (ہ مفتوح) ارادہ، قصد؛ آواز، الاپ؛ قاعدہ، طرز، طور، طریقہ۔

آئینہ دار: وہ شخص جو چہرے کے سامنے (دیکھنے کے لئے) آئینہ رکھے، خدمتگار، آئینہ نما؛ حجام، سرتراش۔

ا

ابریشم (الف مفتوح، ر مکسور) ریشم، ریشم کا تار؛ ساز (باجے) کا تار۔

ارتیاب: (ت مکسور) شک میں پڑ جانا؛ کسی پر تہمت دھرنا۔

اردی بہشت: (الف مضموم) پارسی جنتری میں ایک مہینے کا نام؛ ہر مہینے کے تیسرے دن کا نام، چونکہ یہ مہینہ فصل بہار کے درمیان میں آتا ہے اس لئے [illegible] عموماً بہار کا موسم مفہوم ہوتا ہے۔

ارکان: رکن کی جمع، ستون؛ رکن: کسی چیز کا مضبوط اور قوی حصہ؛ اہم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

از جا در آمدن: تند، سخت، تیز ہوجانا:

ازخاک برداشتن: کسی کا مرتبہ بلند کردینا، کسی پر نوازش کرنا، کسی کو معزز بنادینا:

ازہار: زہر (ز مفتوح) کی جمع۔ کلیاں: پھول:

اسراف: (الف مکسور) ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا، فضول خرچی؛ بات کرنے میں حد سے بڑھ جانا؛ کسی کام میں مبالغہ کرنا:

اشتباک: ایک دوسرے سے (ہیں) مل جانا، آپس میں ملا ہوا ہونا، مخلوط ہونا۔ تشابک کے بھی یہی معنی ہیں:

اشرف: مازندران کے علاقے میں ایک قصبہ ہے:

اشعہ۔ (الف مفتوح، ش کسرہ، ع مشدد مفتوح) شعاع کی جمع: روشنی، نور کی کرنیں، سورج، چاند وغیرہ کی کرنیں:

اشکال شمالی و جنوبی: ستاروں کے مجموعوں کی وہ شکلیں جو منطقۃ البروج کی شمالی یا جنوبی سمت کے حلقوں میں واقع ہیں:

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اعتبار: نصیحت پکڑنا، حاصل کرنا؛ عبرت حاصل کرنا کسی چیز کی اچھی طرح حفاظت کرنا۔

اعتدال: درمیانی درجے، قد، حیثیت، انداز، مقدار کا ہونا؛ آب و ہوا کا نہ بہت سرد ہونا نہ بہت گرم، گرمی سردی کا برابر ہونا؛ ہوا کا زیادہ تیز اور بالکل دھیما نہ ہونا؛ دن اور رات کا برابر ہونا۔

اُعجُوبہ: عجیب چیز، کام، بات؛ اعجوبہ نما: شعبدہ باز؛ جادو کے کھیل دکھانے، کرتب کرنے والا؛ عجیب کرتب کرنے والا۔

اغصان: غُصن (غ مضموم) کی جمع: شاخ (درخت کی)۔

اُفق: (الف ف مضموم) (آفاق جمع) آسمان کا ظاہری گول گول کنارہ، جہاں پہنچ کر زمین ختم ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

امطار: مطر متحرک کی جمع: بارش، بارش کا پانی، پانی کا برسنا۔

امکان: (الف مکسور) ممکن ہونا، حاصل ہو سکنا، کسی کام کی طاقت ہونا؛ قوت، طاقت، قدرت۔

انشا: کسی چیز کو پیدا کرنا، شروع کرنا، نئے سرے سے بنانا، صورت میں لانا

انگشت: (الف مفتوح، ک مکسور) کوئلہ؛ انگشت افسردہ: بجھا ہوا کوئلہ:

انگشت نما: وہ شخص ہے جس کو انگلی سے دکھایا جائے؛ مشہور شخص۔

تتہ

اہتزاز (الف ت مکسور) ہلنا ، جھومنا (خوشی میں) ؛ سرور، خوشی ، نشاط ؛

ایاغ : (الف مفتوح) جام ، پیالہ ؛

ایشک اقاسی : (الف ش مفتوح ، الف مفتوح) دیوان خانے کا داروغہ ؛ وہ شخص جس کے سپرد دیوان خانے کا انتظام ہو ؛

ب

بادہ پیمائی : شراب پینا ، پلانا ؛

بار : بوجھ ، پھل ؛ بزرگ ، بڑا ، کام ، محل ؛ اکٹھا ہونے ، جمع ہونے کی جگہ ؛ دخل ، اجازت (خدا کا نام) خدا ؛ باری ؛ مرتبہ ؛ دفعہ ؛ چولھا ، دیگ دان ؛ غم ، فکر ، رنج ؛ درخت کی شاخ ؛

باربگی : باربک ، باربیگ ۔ ناظر ، داروغہ ۔ بادشاہوں اور امیروں کے دربار اور محلوں کے دروازوں پر تعینات رہنے والا ، جس کا کام یہ تھا کہ وہ حاجت مند سائل یا زائر کو بادشاہ یا امیر کے حضور تک پہنچائے ؛ عاشق نظر باز ؛

باصرہ : (ص مکسور) دیکھنے کی قوت ، بینائی کی طاقت ؛ بینائی ؛

باغچہ سلیمانی : مثل کے طور پر حضرت سلیمان کا باغیچہ ۔ ترنگی بہشت جو شعبدہ باز لوگ نظر بندی کے کرتب سے دکھا کر دکھایا کرتے ہیں ناظر مجیب ۔ ترتیب ۔

بال: پر۔ بال افشاں رفتن: اکڑ کر، ناز کے ساتھ چلنا: خوشی سے جھومتے ہوئے چلنا :۔

بالغ نظر: غور سے دیکھنے والا: وہ جس کی نظر دور تک پہنچے: بہت عقل مند، ذہین، فہیم :۔

بخور: (ب خ مضموم) وہ خوشبو چیزیں اور مسالے (مثلاً عود، لوبان، صندل، عنبر وغیرہ) جن کو آگ میں جلاکر یا آگ پر چھڑک کر دھونی سے خوشبو پھیلاتے ہیں: مصدری معنی میں: خوشبو دینا، پھیلانا :۔

برایا: (ب مفتوح) بریہ کی جمع: خلق، مخلوقات: آدمی، لوگ باگ :۔

برشتہ: لفظی معنی: بھنا ہوا۔ مجازاً: حسن برشتہ، نہایت مرغوب اور دلکش حسن، بہت خوب صورت اور حسین :۔

برگ و نوا: ساز و سامان، ضروری سامان، زندگی بسر کرنے کے ذریعے اور سامان :۔

بُستان (بوستان) افروز: لفظی معنی: باغ کو روشن کرنے، چمکانے والا۔ مجازاً: تاج خروس، مُرغ کیس: بعض وقت نرگس پھول کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے :۔

بِکر: دوشیزہ، کنواری لڑکی۔ مجازاً اچھوتی اور نازک چیز کے لئے یا ایسے کام کے لئے جو پہلے کبھی نہ ہوا ہو استعمال ہوتا ہے: مثلاً سحرِ بکر

ایسی بات جو پہلے کسی نے نہ کہی ہو؛ غنچۂ بکر، وہ کلی جسے ہوا اور نسیم نے بھی نہ چھوا ہو؛ بوسۂ بکر، سب سے پہلا بوسہ؛ بادۂ بکر، وہ شراب جواب تک نہ پی گئی ہو۔ اسی طرح ضربتِ بکر اُس چوٹ کو کہتے ہیں جس سے کاری زخم آئے؛ اور بکرِ مشاطۂ خزاں کنایہ ہے شراب کے ایسے خُم سے جو بالکل تازہ تازہ کھولا گیا ہو۔

بو العجب: (عربی ابو العجب، عجیب بات کا باپ) بازی گر، جادوگر، وہ شخص جو عجیب عجیب قسم کے کرتب اور تماشے دکھائے۔ عربی زبان میں اس معنی کے علاوہ ابو العجب تقدیر اور قسمت کی کُنیّت بھی ہے۔

بوتہ: (۱) بوٹا، پودا، چھوٹا سا درخت۔ (۲) کٹھالی، جس میں سُنار سونا چاندی گلاتا ہے۔

بہار: (۱) موسم کا نام ہے۔ (۲) ایک زرد رنگ کے پھول کا نام ہے۔ (۳) ہر درخت کے پھول اور کلی کو (خاص کر نارنگی کے) بھی بہار کہتے ہیں۔

بید مجنوں: بید کے درخت کی ایک قسم ہے۔ چونکہ اس کی شاخیں بہت لگ الگ اور بکھری ہوئی سی ہوتی ہیں اس لئے اُسے مجنون عامری کی پریشان حالی سے مشابہ کرکے بید مجنوں کہتے ہیں۔

بید مولہ۔ بید مجنوں۔

بیستون : دیکھو تلمیحات ؛

پ

پاس : روز و شب کا ایک حصہ، پہر ؛ رعایت، لحاظ ؛ نگاہ داشت ، نگرانی ؛

پردۂ خیال : وہ پردہ جس کے پیچھے سے جادوگر اور شعبدہ باز لوگ طرح طرح کے تماشے دکھاتے ہیں ؛

پردۂ زنبوری : پردہ، چلمن، چق، ایک باریک کپڑے کا پردہ، جو اس خیال سے دروازے پر لٹکایا جاتا ہے کہ مکھیاں اندر نہ آسکیں اور روشنی بھی کم نہ ہو ؛ برقعے کی جالی ؛ ایک قسم کا باریک سے کپڑے کا بنا ہوا خیمہ جس میں بیٹھ کر امیر لوگ کھانا کھاتے ہیں ؛

پلنگینہ : چیتے یا تیندوے کی کھال کی بنی ہوئی پوستین، جسے فقیر اور سپاہی لوگ پہنا کرتے تھے ؛

پیادہ و سوار : (۱) پیدل چلنے والا، اور سوار ہوکر چلنے والا . (۲) پیادہ، وہ بوٹا یا پودا جس کے پتے جھڑے ہوئے ہوں، مگر پھول لگے ہوئے ہوں ؛ تمام جنگلی پھول . اسی طرح بے ہنر کو پیادہ اور ہنرمند کو سوار کہتے ہیں . اگر سرو کو پیادہ اور سوار کہا جائے تو اس کے پیڑے اور پیڑ سے مراد ہوتی ہے ؛ بید پیادہ بید کی ایک قسم ہے ؛

پیش گاہ: گھر کا صحن، پیش طاق: مسجد کے محراب اور ایوان کے سامنے کا بڑا فرش یا صحن ۔

ت

تراکم (ت مفتوح، ک مضموم) تہ بہ تہ ہونا: اکٹھا ہو کر بیٹھنا، ایک جگہ جمع ہونا ۔

ترانہ: راگ کی ایک قسم ہے؛ خوش طبعی ۔

تطبیق: ایک چیز کو دوسری چیز سے بالکل مطابق کر دینا؛ گھوڑے کی وہ چال جس میں وہ ہر پاؤں کو اپنے اگلے پاؤں کے سُموں کے نشان پر رکھتا ہے؛ تلوار کی کاری اور تیز کاٹ؛ بارش کے پانی کا ساری زمین پر پھیل جانا ۔

تلاطم: (ط مضموم) ایک دوسرے کے تھپیڑ مارنا: دریا یا سمندر کی لہروں کا زور شور ۔

تماثیل: (جمع تمثال کی) تصویریں، نقش و نگار ۔

توشہ [illegible]: (ت مضموم) [illegible] سامان [illegible] کا [illegible] ۔

تسبیح: (ت مفتوح) لا الہ الا اللہ [illegible] کلمہ کو [illegible] سے بار بار پڑھنا ۔

ج

جامہ: [illegible]

اکھاڑا، جہاں آدمیوں کا مجمع ہو ؛

جعفری : صد برگ پھول کی ایک قسم ؛

جلوخانہ : وہ خاص مکان جو شاہی محل کے متصل ہوتا ہے اور جس میں
شاہی خدّام اور چوبدار وغیرہ رہتے ہیں ؛

جنان (ج مکسور) جنت کی جمع ہے ، باغ ، جنت ؛

جیب : (ج مفتوح) کرتے کا گریبان ؛ دل ، سینہ ؛

چ

چار آئینہ : ایک ہتھیار جو لڑائی میں تلوار اور نیزے کی چوٹ سے بچنے کے
لئے سینے اور پیٹھ پر باندھا جاتا ہے ، اس میں چمکدار فولاد کی چھوٹی چھوٹی
چادریں ہوتی ہیں جن کو فولادی کڑیوں کے ذریعہ بھنا دیا جاتا ہے ، دو
چادریں آگے سینے پر رہتی ہیں اور دو پشت پر ؛

چار [illegible] : ایک قسم کا پھول جس میں چار پنکھڑیاں ہوتی ہیں ؛

[illegible] طرح [illegible] قسم کا پھول ؛

چاہ [illegible] : [illegible] کنواں [illegible] کے متعلق [illegible] یہ روایت مشہور
[illegible] جاتا ہے کہ اگر
[illegible] کو [illegible] اکر [illegible]
[illegible] چونکہ [illegible]

کو سونے اور حسن کی طرف کشش ہوتی ہے، اس لئے وہ ایک دم سے
اُبل کر باہر آجاتا ہے۔ اس کے باہر آتے ہی لڑکی کو وہاں سے ہٹا کر
الگ کر دیا جاتا ہے۔ لڑکی کے ہٹتے ہی پارہ پھر گڑھے میں واپس چلا
جاتا ہے، پارہ اُبل کر ادرگرد کے چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں بھر جاتا
ہے، اُسی کو لوگ جمع کر لیتے ہیں اور کام میں لاتے ہیں۔ ہمارے
مصنف نے آفتاب کو سونے (طلا) سے اور حوض کے پانی کو پارے سے
تشبیہ دی ہے، اور اس طرح ان دونوں کے مابین ایک کشش
ثابت کی ہے ؛

چراغ افروختن : چراغ جلانا؛ دولت مند یا حاکم ہو جانا ؛

چرخِ دور : اس میں تشبیہی اضافت ہے ؛ مراد ہے رہٹ کے چلنے
اور گھومنے سے، یا آسمان کے گھومنے سے ؛

چقماق : چک مک پتھر، یا وہ لوہے کا ٹکڑا، جس سے پرانے زمانے میں
آگ نکالی اور بنائی جاتی تھی۔ ایک قسم کی بندوق جس میں فیتے
کی جگہ چقماق لوہا لگایا جاتا تھا ؛

چکاوک : (۱) ایک پرندے کا نام ہے، جو معمولی گھریلو چڑیا سے ذرا بڑا ہوتا
ہے اور خوش آوازی سے چہچہاتا ہے۔ مرغوب کو بھی چکاوک کہتے
ہیں [illegible] میں ایک گت کا نام ہے ؛

جبیرہ: (۱) زبردست، غالب، قبضہ پانے والا۔ (۲) پگڑی۔ دستار ؛

ح

حجلہ: (ح مضموم) حُجرہ، کوٹھری، کمرہ۔ حُجلہ بندی، کمرے کو سجانا، سنوارنا، آراستہ کرنا ؛

حدیثِ فرشتہ: فرشتے کی کہی ہوئی بات، یعنی الہام، وحی: ہاتف کی آواز، اکاش بانی ؛

حریف: (ح مفتوح) ساتھی، ہم پیشہ، ہم کار، ہم مشرب؛ مدمقابل، دشمن ؛

حصار۔ (ح مکسور) دیوار، قلعے (یا شہر) کی دیوار ؛

حُقّہ باز۔ (حقہ: ڈبیا۔ ڈبّا) ڈبّوں سے کھیلنے والا، سیان متی، بازی گر؛ شعبدہ باز، جو ڈبوں اور ڈبیوں میں گولیاں (یا اور چیزیں) بند کرکے غائب کردیتا ہے یا ایک ڈبے کی چیز کو دوسرے میں سے نکال کے دکھاتا ہے ؛

حلقہ: زنجیر، زنجیر کی ایک کڑی۔

حور: (عربی) احور مذکر، اور حورا، مؤنث کی جمع ہے، سیاہ یا سفید [illegible] بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں [illegible] یا ایسی عورتیں۔ [illegible] [illegible] [illegible] واحد کے [illegible] میں استعمال ہوتا ہے [illegible]

اور اصطلاحی طور پر بہشت کی عورتوں کے معنی میں آتا ہے ، مگر
عموماً اس سے ایک حسین اور خوبصورت عورت مراد لی جاتی ہے ، یعنی
بہشتی عورت کی طرح کی حسینہ اور جمیلہ ۔۔

حوضہ : ایک حوض ، اس لفظ کے آخر میں تا (ہ) وحدت کا فائدہ دیتی
ہے ۔ اسی طرح روضہ اور روضہ ، اور شجر اور شجرہ بھی (عربی میں)
استعمال ہوتے ہیں ۔

خ

خاتم کاری : ہاتھی دانت پر نقش و نگار کرنا اور گل کاری کرنا ، گل کاری
مینا کاری ۔۔

خوارج [illegible] (ج [illegible]) ۔ یہ ایک گروہ کا ایک [illegible] جس
میں وہ اپنی حسینوں کو [illegible] درجش [illegible] ہیں ۔۔

خارج آہنگ ۔ وہ شخص جو موسیقی کے اصول اور قواعد کے مطابق
گا اور بجا نہ سکے ، یا ساز کی آواز کے ساتھ نہ گا سکے ، بے تالا ، بے سرا ۔

خدنگ : ایک درخت کا نام ہے جس کی لکڑی بہت سخت [illegible]
[illegible] ہوتی ہے [illegible] تیر [illegible] جاتے
[illegible]
[illegible]

دربار کا دالان؛ شاہی خیمہ، خیمہ؛ چاند کا ہالہ؛ (کنایہ کے طور پر)
خطِ خوبان، اور پہلا آسمان ؛

خروسِ عرش : عرش کا مرغا۔ ایک روایت مشہور ہے کہ عرش کے نیچے ایک بڑا سا مرغا رہتا ہے، اور صبح کے وقت جب وہ اذان دیتا ہے تو دنیا کے سب مرغے بولتے اور اذان دیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایسے وقت میں دعا کی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے ؛

خستہ : (۱) خراب، زخمی، شکستہ۔ (۲) کھجور، شفتالو وغیرہ کی گٹھلی۔ اس معنی کے اعتبار سے گٹھلی والے پھل کو خستہ دل کہتے ہیں ؛

خضراء : (خ مفتوح) سبزہ، ہری ہری گھاس ؛ آسمان ؛ ایسی فوج جس کے سپاہی سر سے پاؤں تک پوری طرح مسلح (گویا لوہے کے ہتھیاروں میں غرق) ہوں ؛

خلود : (خ مضموم) رہنا، ہمیشہ زندہ رہنا، حیاتِ ابدی ؛

خمار : (خ مفتوح، م مشدد) شراب (خمر) بنانے اور بیچنے والا ؛

خوی : (واو معدولہ) پسینہ ؛ (واو معروف) خصلت، طبیعت، مزاج، عادت ؛

خیرہ : (خ مکسور) شوخ، بے حیا، سرکش ؛ چوندھیانا، چکاچوند ہو جانا ؛ بہت حیران ہونا ؛

د

دائرہ: گول چکر؛ موسیقی کا ایک ساز؛ وہ گھر یا احاطہ جہاں فقرا اور مشائخ لوگ رہتے ہیں ؛

درگرفتن: اثر کرنا، موافق آنا؛ (آگ کا) بھڑک اٹھنا، لگ جانا ؛

دریای اخضر: سبز سمندر، کنایہ کے طور پر آسمان ؛

دست افشاندن (ہاتھ جھٹکنا، جھاڑنا) ناچنا، تھرکنا؛ کسی چیز کو چھوڑ دینا، ترک کر دینا؛ بخشش کرنا، دینا ؛

دستور: قاعدہ، طریقہ، رسم و رواج؛ وزیر، وہ شخص جس پہ بادشاہ اعتبار کرے اور اس سے حکومت اور سلطنت کے کاموں میں مشورہ اور مدد لے ؛

دلال: (د مفتوح) ناز، نخرا، معشوقانہ ناز و انداز ؛

دم: سانس، آہ؛ فریب، مکر، جھانسا؛ بات؛ تلوار کی دھار اور چمک ؛

دہرہ: (د مفتوح) خنجر، دشنہ، کھڑی، درانتی، دو دھاروں والی تلوار ؛

دیجور: (د مفتوح) تاریک، اندھیری، سیاہ ؛

دیوان: کچہری، عدالت؛ قانون کی کتاب؛ شاعر کا دیوان ؛

ر

رخنہ: (رمفتوح) سوراخ، موکھا۔ وہ سوراخ جو کواڑ یا مکان کی دیوار میں ہو، چھوٹی سی کھڑکی، دریچہ۔

رستہ: (مخفف ہے راستہ کا) مکانوں اور دکانوں وغیرہ کی قطار؛ منڈی؛ محض قطار اور صف کے معنی میں بھی آتا ہے۔

رشحات: (جمع ہے رشحہ کی) ٹپکنا، چکیدگی، پانی کے قطرے جو بادلوں سے یا کسی اور جگہ سے ٹپکتے ہوں۔

رضیہ: (رمفتوح، ض مکسور، ی مشدد) مرضیہ، اچھا، عمدہ، پسندیدہ، خوش آیند، دل پسند۔

رعنا: بننے سنورنے والی عورت، بانکا جوان۔

رعونت: اپنے آپ کو بنانا سنوارنا؛ اکڑنا، اکڑ، بانکپن، غرور، تکبر، گھمنڈ۔

رعایتِ اصول: [illegible] قواعد کے مطابق، مال اور شرکت [illegible]

رقصِ روانی: (تشبیہی اضافت کے ساتھ) [illegible] سنورکر ناز و ادا کے [illegible]

[illegible]

ناچتا ہے، معشوق (کج کلاہ) کا ناچ ؛

رقصِ مولوی : مولو (م ل مضموم : چنگ، رباب) کے ساتھ ناچنا ؛

رگِ عقیق : عقیق پتھر کے اندر جو خط اور لکیریں ہوتی ہیں ؛

رمز : ہونٹ، آنکھ، بھوں سے اشارہ کرنا ؛

رنگ باختہ : جس کے چہرے کا رنگ (شرم، ندامت، محنت، محبت

غم و رنج، خوف وغیرہ کی وجہ سے) اُڑا ہوا ہو ؛

روائح : (ر مفتوح، ہمزہ مکسور) جمع ہے رائحہ کی، خوشبوئیں ؛

ریاحین : (ر مفتوح، ح مکسور) ریحان کی جمع ہے [illegible]

[illegible] ؛

[illegible] (ر مفتوح [illegible]) اس کی جمع [illegible]

اوپر دیکھو ۔

ریکایان : (ر مکسور) جمع ہے ریکا کی (ریکا [illegible]) [illegible] کی

خصوصیت یہ تھی کہ ان کی وردی میں جو پیچھے کی ٹوپی ہوتی تھی

[illegible] بہت تھا جو ایک طرف لٹکتا رہتا تھا ؛

کوئیں کا نام ہے جو شہر مکہ میں واقع ہے۔ اس کے متعلق روایت ہے کہ اللہ نے اس چشمے کو خاص طور پر حضرت اسماعیلؑ کے لئے پیدا کیا تھا جب ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہؓ ان کو گود میں لئے ہوئے بیابان میں پھر رہی تھیں۔ بعد میں پانی کی اس دھارا کو روک کر ایک کنوئیں کی شکل میں کر دیا گیا۔ یہ کُواں اب بھی موجود ہے، اور اس روایت کی بنا پر اہل اسلام اسے متبرک خیال کرتے ہیں ⁂

زمزمہ۔ (دونوں ز مفتوح) نرم اور باریک آواز۔ در لباس زمزمہ، یعنی زمزمے کے طرز پر۔ زمزمہ حقیقت میں وہ دعائیہ کلمات ہیں، جن کو آتش پرست لوگ خدا کی حمد و ثنا اور اس سے مناجات کرنے، عبادت کرنے، غسل کرنے اور کھانا کھانے کے وقت دھیمی اور سریلی آواز میں ایک خاص لے کے ساتھ ادا کرتے ہیں ⁂

س

سادہ لوح۔ سیدھا سادہ، بے وقوف نادان سا آدمی ⁂

سالوس: (ل مضموم) مکر فریب، مکار، فریبی، ریاکار، چرب زبان آدمی ⁂

سبز خط: سبز رنگ خط، محبوب معشوق سے کنایہ ہے، سبزہ رخت اور ریش رسے ⁂

سبز کردن سرسبز: سبز کرنا، اچھی حالت کرنا، رونق، ترقی دینا ⁂

سبک بال: ہلکے پروں والا، ہلکی اور پھرتیلی اُڑان سے اُڑنے والا ؞

سپیدہ دم: صبح سویرے، پَو پھٹنے کے وقت ؞

سِجال: (س مکسور، جمع ہے سجل کی) بڑے بڑے ڈول جن سے کنوؤں میں سے پانی نکالا جاتا ہے ؞

سرافشان: سر ہلانے والا (ناچنے میں) ؞

سرجنبانیدن: (تعریف کرنے یا شاباشی دیتے وقت) سر ہلانا: تعریف کرنا، شاباش کہنا ؞

سُرخچہ: ایک مرض کا نام ہے جسے سرخ بادہ بھی کہتے ہیں۔ یہ مرض صفرا کی زیادتی کے سبب سے پیدا ہوتا ہے، اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ مریض بے چین رہتا ہے اور اُسے نیند نہیں آتی ؞

سُرخ وسپید: سونا چاندی، اشرفی اور روپیہ، سونے اور چاندی کے سکے ؞

سر رِشتہ: (اضافت کے ساتھ) تاگے کا سرا، کنایہ ہے مقدار قلیل، تھوڑی سی چیز سے۔ (بغیر اضافت کے) مدعا، غرض، تدبیر، چارۂ کار، طرز، طریقہ، روش، قاعدہ و قانون ؞

سرزیر سنگ شدن داشتن: ترجمہ: مغلوب کر دینا، عذاب، تکلیف دینا ؞

سر شمار: سب کے سب، سارا، بہت سے بہت ؞

سلک ادبیات

شبنمِ شاداب

تصنیفِ

ظہیر الدین ظہیرِ تفرشی

بتصحیح و اہتمامِ

[illegible] محمد نعیم الرحمن، ایم اے

استادِ عربی و فارسی جامعہ الٰہ آباد

[illegible] الٰہ آباد

[illegible]

ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۵ء

باہتمام حکیم رمضان علی

مطبع اسرار کریمی، الہ آباد

این کتاب چها دارد

بسم اللہ

تقریب

نحمد اللہ الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم و نصلی
علی من ھو افصح العرب والعجم و تکلم بجوامع الکلم
صلی علیہ اللہ وسلم:

اصفہان ملک ایران کا مشہور و معروف شہر ہے۔ قدماء کے
قول کے مطابق وہ اقلیم چہارم کے "نقطۂ اعتدال اور حیز
کمال" میں واقع ہے۔ یوں تو اصفہان کا بیان اور وصف عرب
جغرافیا نویسوں کی تقریبًا ہر کتاب میں موجود ہے، لیکن خصوصیت
کے ساتھ اس موضوع پر لکھنے والوں میں حمزہ اصفہانی (چوتھی
صدی ہجری)، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ (متوفی ۴۳۰ھ ہجری)[1]
اور مفضل بن سعد مافروخی (پانچویں صدی ہجری) قابل ذکر ہیں۔
حمزہ اصفہانی کی ایک مستقل کتاب "اصفہان" کے عنوان سے
مشہور ہے، اور مافروخی کی کتاب "محاسن اصفہان" چھپ چکی
ہے۔ [illegible] سید جلال الدین تہرانی کی تصحیح

---

[1] نجم العلماء [illegible]

سے طہران سے شائع ہوئی ہے[1] • ان کے بعد سکندر بیگ ترکمان نے سنہ ۱۰۲۵ ھ (وبعد) میں اپنی مشہور کتاب تاریخ عالم آرای عباسی لکھی، جو شاہ عباس اعظم صفوی اور اس کے زمانۂ حکومت کے حالات میں ایک مفصل اور نہایت قابل قدر کتاب ہے • اس میں مختلف واقعات اور سوانح کے ذکر کے ضمن میں وہ دارالسلطنت اصفہان اور اس کے نواح کا بھی ذکر کرتا ہے، جس سے خاصے اچھے تفصیلی حالات جمع کیے جا سکتے ہیں ؛

عباس اعظم اور اس کے سوانح نگار' اسکندر بیگ' کا ایک اور ہم عصر ظہیر الدین تفرشی تھا • اس کی نگاہ نے نواح اصفہان کی بہترین اور حسین ترین چیز، یعنی باغ عباس آباد کو انتخاب کیا اور اپنی طبیعت کی تیزی اور قلم کی جولانی کو اس کی تعریف و توصیف کے لیے وقف کر دیا • رسالہ **شبنم شاداب** اسی کے

---

[1] اصل کتاب عربی زبان میں ہے ۔ وزیر غیاث الدین محمد ابن وزیر رشید الدین فضل اللہ صاحب جامع التواریخ) کے حکم سے محمد بن عبدالرضا حسینی علوی نے آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں اس کتاب کا فارسی ترجمہ کیا تھا، جس کے دو نسخے اس وقت موجود ہیں: ایک لندن کے عجائب خانے میں اور دوسرا پیرس کے کتب خانے میں ۔

قلم کا اعجاز ہے۔ حق یہ ہے کہ باغ عباس آباد کو ظہیر سے بہتر وصاف اور شبنم شاداب سے بہتر بیان نصیب نہیں ہو سکتا تھا، اور غالباً نہیں ہوا۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ زمانے کو اس کی کون سی ادا ناپسند ہوی کہ اس غریب کا نام و نشان بھی مٹا دیا۔ انتہای حیرت کا مقام ہے کہ کسی تذکرہ نویس نے اس کا ذکر تک نہیں کیا، اور اس وقت دنیا کے کتب خانے کی فہرست میں شبنم شاداب کا نام بھی مذکور نہیں ہے۔ جہاں تک میری فرصت اور ہمت نے یاوری کی، میں نے تلاش اور کاوش میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، لیکن بالآخر عاجز ہو کر بیٹھ جانا پڑا۔ میں نے کم و بیش ایک درجن تذکروں میں ظہیر تفرشی کو تلاش کیا، لیکن سوا ناکامی کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ البتہ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی مختصر و مفید کتاب ید بیضا* میں ظہیر تفرشی کے تخلص سے اس کا ذکر کیا ہے۔ علامہ نے بھی اس کا نام نہیں بتایا اور صرف اس قدر لکھا ہے کہ:

"از شعرای تفرش است۔ منہ:

زبان صوفی دل مردہ را حکایت عشق — چو نقش آیت مصحف بود بہ لوح مزار"

---

* اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مجھے مولانا مقبول احمد صمدنی صاحب کی عنایت سے دیکھنے کو ملا تھا۔

علی قلی والہ داغستانی، صاحب ریاض الشعراء نے ظہیرای لاہجی اور ظہیرای نہاوندی کا تو ذکر کیا ہے، مگر ظہیرای تفرشی کا نام تک نہیں لیا۔ صاحب عالم آرای عباسی[1] نے اپنی ضخیم و طویل کتاب میں عباس اعظم کے وقت کے سادات، صلحا، فقرا، علماء اور شعراء وغیرہم کے باب میں کئی فصلیں صرف کی ہیں، اور ان کے مقام و وطن کے اعتبار سے ان کا ذکر کیا ہے۔ اہل تفرش کے بیان میں صرف تین اشخاص کا ذکر ہے[2]:

(۱) محمد حسین تفرشی کا[3] "که از سادات عالی درجات تفرش است و به فضایل و کمالات علمی و عملی آراسته، و در فن انشاء و تفنن عبارات و استعارات با مزه سلیقهٔ درست و رتبهٔ عالی دارد"

(۲) میر[4] عبدالغنی تفرشی کا "که از اقربای مشارٌالیه[5] (است)، و

---

[1] مطبوعہ طہران، سنہ ۱۳۱۴ ہجری۔ آیندہ صفحات میں بھی ہر جگہ اسی ایڈیشن کا حوالہ ہے۔

[2] ایضاً، ص ۵۳۲۔

[3] آزاد بلگرامی (ید بیضا) کا بیان ہے کہ "[illegible] پانصد بیت است"

[4] یعنی محمد حسین تفرشی۔

درشعر پایۂ بلند داشت" — اور

(۳) میر صحبتی تفرشی[۵۵] (متوفی ۱۰۷۱ھ) کا، جس کا نام اس سلسلے
میں صرف اس لیے لیا ہے کہ اس نے مولانا عبداللہ شوشتری کی
وفات کی تاریخ نکالی تھی :۔

ظہیرای تفرشی "باغ عباس آباد جدید" کا ذکر اس طرح کرتا ہے
کہ گویا وہ اس کے سامنے ہی بنایا اور آباد کیا گیا ہے اور بادشاہ اس
میں فروکش ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہیر تفرشی عباس اعظم
کے زمانے میں زندہ تھا۔ عالم آرای عباسی کا مصنف دور عباسی
کے وسط میں پہنچ کر آخر تک ہر سال کے واقعات کے آخر میں اس
سال کے "متوفایا" کا ذکر کرتا ہے۔ لیکن ان تمام اشخاص میں کہیں
کسی جگہ ظہیر تفرشی کا نام نہیں آتا۔ ظاہر ہے ظہیر عباس اعظم کی وفات
یعنی سنہ ۱۰۳۸ھ (۱۶۲۸ء) کے بعد تک زندہ رہا۔ اور چوں کہ عالم
آرای عباسی کی تصنیف کی تاریخ (جیسا کہ خود مصنف نے جگہ جگہ
بیان کیا ہے) سنہ ۱۰۲۵ھ ہے، اس لیے بھی اس کتاب میں
ظہیر تفرشی کی وفات کا ذکر نہیں آسکتا تھا :۔

جیسا کہ اس کی نسبت سے ظاہر ہے، شبنم شاداب کے مصنف

---

[۵۵] عالم آرای عباسی، ۸۰۰؛ رسالہ طاؤس، ۲۷ :۔

ظہیر الدین ظہیر کا وطن تفرش ہے، جو شہر ساوہ سے جنوب مغرب
کی سمت میں اُس سڑک پر واقع ہے، جو ساوہ سے کند ہوتی
ہوئی دلاس جرد کو جاتی ہے۔ تفرش ان دونوں مقامات کے
تقریباً درمیان میں پڑتا ہے[1]۔

یہ نہایت عجیب و غریب بات ہے کہ تفرشی کی یہ کتاب ایران
میں اس قدر گم نام بلکہ بے نشان ہے، مگر ہندوستان میں اسے
جو درجۂ قبول حاصل ہوا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ قدیم
زمانے سے آج تک ہمارے ہاں فارسی تعلیم کے نصاب میں داخل
ہے۔ اگر یہ قیاس بے جا نہیں ہے کہ یہ پیدا ہوتے ہی ہندوستان
پہنچ گئی تھی، تو ہمارے ملک میں اس کا اقتدار تین سو برس سے قائم
ہے، اور نہ معلوم ابھی اور کب تک باقی رہے گا۔ اصفہان اہل ایران
کی نظر میں تمام خوبیوں کا جامع تھا۔ اُس کو "نصف جہان" کا خطاب
دیا گیا تھا، اور جنت کا نمونہ کہا گیا تھا۔ ان کے اہل قلم نے اس
کی اتنی مدح سرائی کی تھی کہ ظہیر تفرشی کی اس مختصر تحریر میں انھیں
کوئی خاص اہمیت نظر نہیں آئی۔ بالمحال انھوں نے اس کی
طرف سے بے اعتنائی برتی، اور غالباً اسی وجہ سے تصنیف و مصنف،

---

[1] اطلس کلی ایران، مرتبہ حسین [illegible] ۱۵۵ ؛

دونوں قعرگم نامی میں گر کر کم ازکم ایران میں ضرور بے نشان ہو گئے۔ ہندوستان میں خاندان صفویہ کے ہمعصر شاہان مغلیہ تھے۔ ایران کے علماء اور شعراء کا ایک تانتا لگا رہتا تھا، اور وہ شاہان ہند کی روزافزون علم دوستی، قدرشناسی اور قدرافزائی کا شہرہ سن کر برابر ہندوستان آیا کرتے، اور دربار شاہی میں باریاب ہو کر خود اس کا تجربہ کرتے تھے۔ یہاں وہ ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے تھے اور ہر طرح کی سرفرازیاں حاصل کرتے تھے۔ تیموری خاندان کے یہ تاجدار، عالمگیر اعظم کے سواء، اپنے جد امجد حضرت تیمور صاحب قران کی طرح مشکل پسند طبیعتیں لے کر آئے تھے۔ ظہیری اس نثر کی شان، اس کی پیچیدگی اور اس کا ظاہری تشکل و طرز انھیں کچھ ایسا مرغوب ہوا کہ انھوں نے نہ صرف اسے ہاتھوں ہاتھ لیا بلکہ [illegible] اور ہندوستان کی زرپاشی نے [illegible] سے ایران کی [illegible] ایسی چکاچوند پیدا کی کہ تصنیف و [illegible] نہ صرف ان ہی کی آنکھوں سے پنہاں ہوئے بلکہ ایران ہی سے نہاں ہو گئے۔

شاہان ایران و ہندوستان کے تعلقات ہزار اچھے سہی، مگر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ان دونوں ملکوں میں ایک دوسرے کی رقابت [illegible] صحیح معنوں [illegible]

یہ بے تعصبی اور علم و ادب دوستی قابل داد ہے کہ باوجود اس کے کہ تیموری اپنے محبوب دارالسلطنتوں اور تفرج گاہوں کو از روی رونق و زیبائش ایران کے کسی اچھے سے اچھے شہر سے فائق دیکھنا چاہتے تھے اور اُن کو اپنے کسی باغ کے مقابلے میں باغ عباس آباد کی مبالغہ آمیز توصیف گراں گذرنی چاہیئے تھی، مگر انھوں نے نہایت فراخ دلی اور بے تعصبی کے ساتھ اسی پر قناعت کی کہ شبنم شاداب کو کم از کم، اپنے کسی کوے کی تعریف و ستایش سمجھ لیا اور اس کو گل سرسبد بنا لیا۔ اپنے بادشاہوں کی اس قدر افزائی کو دیکھ کر ہندوستانی عالموں اور ادیبوں نے بھی اس کو چشم و چراغ بنایا، اُس پر تیل چڑھا کر اپنے نصاب تعلیم میں داخل کر لیا اور اپنی ادب دوستی سے ایسا قیام بخشا کہ وہ تین سو برسوں سے ہماری آنکھوں کا تارا بنی ہوئی ہے۔ غیر ملک پرستی ہندوستان کا شعار سہی، مگر حقیقت یہ ہے کہ شبنم شاداب ہے بھی اسی قدر کے قابل۔ اہل ایران کی کم نصیبی ہے کہ خواہ کوئی وجہ ہو انھوں نے اس انمول موتی کی قدر نہ کی اور اسے رائگاں کھو دیا۔

شبنم شاداب عباس آباد کے باغ کی تعریف و توصیف پر مشتمل ہے۔ عباس آباد کے نام کے ایران میں کئی مقامات ہیں۔

(۱) سمنان[۱] کے علاقے میں، سمنان سے دامغان کی سڑک پر مقدم الذکر مقام سے شمال مشرق کی جانب تقریباً ۳۲ میل کے فاصلے پر، پہاڑی سرزمین میں، سڑک کے داہنی طرف۔

(۲) دو دانگہ کے پہاڑی علاقے میں، جو سڑک شمال کی طرف ساری کو جاتی ہے، اُس سے مغرب کی سمت میں چھ سات میل کے فاصلے پر سڑک کے بائیں طرف۔

(۳) شاہ[۳] رود سے سبزہ وار کی سڑک پر تقریباً وسط راہ میں شاہ رود سے ۷۰ میل کے فاصلے پر مشرق کی طرف۔

(۴) بحر[۹۴] خزر کے ساحل پر، خرم آباد سے مشہد سر کی سڑک پر خرم آباد کے مشرق میں ۱۵ میل کے فاصلے پر۔

(۵) ہمدان[۹۵] سے عین مغرب کی جانب کوہ مرداریہ کے سلسلے میں، کنشت اور صلوٰۃ آباد کی سڑک پر موخر الذکر مقام سے تقریباً ۳۲ میل کے فاصلے پر۔

---

[۱] د ۳۵ اطلس لغلی ایران مرتبہ حسین، نقشہ ۵

[۳] ایضاً، نقشہ ۲

[۹۴] ایضاً، نقشہ ۸

[۹۵] ایضاً، نقشہ ۹ و ۱۲

(۶) مرو دشت[55] کے علاقے میں، مرغاب کے شمال مشرق میں ۲۲ میل کے فاصلے پر۔

(۷) اوزرود[56] کے علاقے میں، اس نام کے شہر کے شمال شمال مشرقی گوشے میں اور اس سے ۵۰ میل کی مسافت پر۔

(۸) ہرات (افغانستان) سے جو شاہ راہ کاروز سے ہوتی ہوئی شمال مغرب کی سمت کو جاتی ہے، اس پر خواف سے بخط مستقیم شمال مشرق کی طرف ۴۴ میل کے فاصلے پر۔

لیکن ان میں سے کوئی بھی وہ عباس آباد نہیں ہے جس کے باغ کی تعریف ظہیر تفرشی کرتا ہے۔ شبنم شاداب کا عباس آباد وہ ہے جسے شہنشاہ عباس اعظم صفوی نے اصفہان کے باہر قریب ہی اہل تبریز کے لیے آباد کیا تھا۔ چنانچہ صاحب عالم آرای عباسی لکھتا ہے کہ "بعد[57] ازان شہر عباس آباد نیز در جانب غربی چہار باغ جہت مسکن تبریزیان ... طرح انداختہ اتمام دادند" ظہیر بھی اسے "باغ عباس آباد جدید" کہتا ہے:

ظہیر کے بیان کے مطابق باغ عباس آباد میں "افضل الاشکال" یعنی گول شکل کا ایک حوض گلشن کے عین درمیان میں واقع تھا۔ بہ قول اس کے وہ "بدر منیر آسمان لطافت است، در وسط السماء گلشن

---

[55] اطلس بغداد ایران، مرتبہ حسین، نقشہ ۱۷ و ۱۸

[56] ایضاً نقشہ ۲۱ : [57] ایضاً نقشہ ۲۵ : [58] صفحہ ۵۴۴

خرگاہ ہالۂ لالہ زدہ "اس کے چاروں طرف شفاف پانی کی لبالب نہریں اور اُن کے کناروں پر درخت تھے۔ ایک طرف قصرِ شاہی تھا۔ ظہیر کے "خامۂ طاؤس رفتار عندلیب منقار" نے اس کو بڑی خوبی اور اختصار کے ساتھ یوں بیان کیا ہے کہ:

حوصہ از جدول الف مانند   روشن آئینہ ای است دستہ بند
گرد آن نقطہ نہر دائرہ دار   مرکز لطف را نجستہ مدار
اُفق آسمان آب شدہ   خندق قلعۂ گلاب شدہ

حوض کی صفت بیان کر کے "فوارۂ شیریں" کی توصیف کرتا ہے۔ اس کے بعد اس "بہشت بہجت طوبیٰ طراوت" باغ کی تعریف کرتا ہوا اُسے یوں اوج کمال پر پہنچاتا ہے کہ "تا صیاد آفتاب دام عالمگیر پرتو بر دوش گرد بند سواد امکان برآمدہ، بہ این نقش و نگار طاؤسی در شبکۂ شعاع نیفگندہ؛ و تا بو العجب متخیلہ پردۂ خیالِ بازی اندیشہ در پیش چراغ ضمیر کشیدہ بہ این آرائش و آئین باغچۂ سلیمانی بہ نظر تماشائیان حواس در نیامدہ۔ حدیث نظیرش بہ گل نسترن گوشی نہ دزیدہ و سنبل رقم عدیلش پیش نرگس حبشی نہ دمیدہ" اس ضمن میں مصنف باغ کے سبزہ زار، نسترن زار، لالہ ستان اور جوشِ گل و ریاحین کی ستائش میں سر دھنتا ہوا

اس کی وسعت فضا، مسیحائی آب و ہوا، صبا کی صہبا فروشی اور باد کی بادہ پیمائی کی تنار میں مست ہو کر بالکل وجد کے عالم میں اس تصور میں غرق ہو جاتا ہے کہ اس گلشن میں "سبزان چمن اور مرغان خوش لحن" کا مجمع ہے، اور محفل شادی و طرب برپا ہے۔ اتنے میں بادشاہ نوبہار آتا ہے، اور اس طرفہ گلشن میں جو "سواد اعظم قلمرو خرمی و دارالسلطنت شگفتگی" ہے تختۂ گلزار کے تخت پر جلوہ افروز ہو کر دربار منعقد کرتا ہے!

کتاب میں شروع سے آخر تک سجع و قافیہ، تشبیہ و استعارہ، تلمیح و ترصیع اور گوناگون لفظی اور معنوی صنایع سے کام لیا ہے، اور حق یہ ہے کہ اس بارے میں مصنف اپنے اکثر ہم عصروں پر سبقت لے گیا ہے۔

باغ عباس آباد جدید کی یہ تمام رنگین اور پر رونق تعریف و توصیف بہ ظاہر غلو، یا کم از کم مبالغہ، معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ابو نصر نصیرای ہمدانی (متوفی ۱۰۷۸ھ) بھی اس باغ کی کما حقہ تعریف سے عاجز ہو کر کہتا ہے کہ "نمی دانم کدام عبارت تازہ پیدا کنم و چہ مضمون رنگین بہ دست آرم کہ بہ وسیلہ آن دو سہ حرفی از خوبی ہای آن باغ و سرا بیان کنم۔ تکلف نمی کنم چندان کہ اصفہان انتخاب جہان است، این باغ و سرا انتخاب اصفہان"[1]۔

---

[1] منشآت نصیرای ہمدانی (مطبع مصطفائی دہلی ۱۲۶۹ھ، ص ۴۶) رقعہ بہ نام محمد ہادی۔

نصیرا اسی جوش میں کئی سو الفاظ میں اس باغ اور اس کے حوض وخیابان کی تعریف کیے جاتا ہے، پھر کہتا ہے کہ "سخت می ترسم کہ این گفتگوہا را حمل بر عبارت آرائی وسخن سازی فرمایند۔ بہ محبت قدیم و اشتیاق جدید سوگند! کہ ہیچ گونہ اغراقی دہیچ مبالغہ نہ رفتہ۔ ظرف کوچکِ گفت وشنید محیطِ این بحر ژرف نہ تواند شد، ولباس تنگ وکوتاہِ بست ونہ حروف برقامت این مضمون راست نیاید"[1]

اب اس کا حال ایک مورخ کی زبان سے سنیے۔ صاحب عالم آرای عباسی شاہ عباس اعظم کے جلوس کے گیارہویں سال یعنی سنہ ۱۰۰۶ ہجری کے وقایع میں لکھتا ہے کہ اب تک قزوین دار السلطنت تھا مگر اب "در ضمیر انور جای گیر گشتہ ہمیشہ خاطر اشرف بدان متعلق بود کہ در آن بلدۂ شریفہ رحل اقامت انداختہ توجہ خاطر بہ ترتیب و تعمیر آن مصروف دارند۔ لہذا درین سال، کہ مطابق ست والف ہجری است، رای جہان آرای بدان قرار گرفت کہ دار السلطنت مزبور را مقر دولت ابد مقرون ساختہ عمارات عالی طرح نمایند۔ بدین نیت صادق وعزم لایق متوجہ آن صوب گشتہ .... ایام بہار عمارات عالی در نقش جہان طرح انداختہ،

---

[1] منشآت نصیرای ہمدانی ص ۶۷، ۶۸

معماران و مهندسان در اتمام آن می کوشیدند. و از درب شهر یک دروازه که در حریم باغ نقش جهان واقع و به درب دولت موسوم است، از آن جا تا کنار زاینده رود خیابانی احداث فرموده چهار باغی در هر دو طرف خیابان و عمارات عالیه در درگاه هر باغ طرح انداخته. و از کنار رودخانه تا پای کوه جانب جنوبی شهر انتهای خیابان قرار داده اطرافِ آن را بر امراء و اعیانِ دولت قاهره قسمت فرمودند که هر کدام باغی طرح انداخته در درگاه باغ عمارت مناسب درگاه مشتمل بر درگاه و ساباطِ رفیع و ایوان و بالاخانه و منظرها در کمال زیب و زینت و نقاشی ها به طلا و لاجورد ترتیب دهند. و در انتهای خیابان باغی بزرگ وسیع پست نُه طبقه جهت خاص پادشاهی طرح انداخته در درگاه به باغ عباس آباد موسوم گردانیدند. و پل عالی مشتمل بر چهل چشمه به طرز خاص میان کشاده، که در هنگام طغیان آب در گل یک چشمه به نظر در می آید، قرار دادند که بر زاینده رود بسته شده، هر دو خیابان به یک دیگر اتصال یابد، و تا عباس آباد یک خیابان باشد تقریباً یک فرسخ شرعی. و از دو طرف خیابان جوی آب جاری کرد، و درختان سرو چنار و کاج و عرعر غرس شود. و از میان خیابان نهری سنگ بست ترتیب یابد که آب از میان خیابان نیز جاری باشد. و در برابر هر

عمارت چهار باغ حوضی بزرگ بسان دریاچه ساخته شود ۔
القصه هر کس از امراء و اعیان و سرکاران عمارات به وقوف
معماران و مهندسان شروع در کار کرده در انجام آن سعی و اهتمام
و از آن تاریخ تا حال، که سنهٔ هجری ۱۰۲۵ رسیده و این
شگرف نامه تحریر می یابد، عمارات باصفا و باغات دل کشا به نوعی که
طراح کارخانهٔ ابداع در عرصهٔ ضمیر مبارک اشرف طرح افگنده بود،
به حیز ظهور آمده در کمال لطافت و نهایت خوبی اتمام یافت ۔ درختان
سر به فلک افراخته و اشجار میوه دارش گوئی به طوبی جنان پیوند
دارد ۔ الحاصل هر باغی از آن رشک فرمای باغ جنان و عمارات
رفیعش، که به نقوش بدیع مذهب و مزین، و به صور مصوران نادره
کار آراستگی دارد گوئی سدیر و خورنق از آن نشانی است، بلکه
در عرصهٔ گیتی نظیر و عدیل آن محض خیالی و گمانی ۔ ...... در تاریخ
طرح چهار باغ گفته شده بود، ثبت افتاد :-

عجب چار باغی است بهجت فزا ۔ گرش ثانی خلد گویند شاید
چو تاریخ آن دل طلب کرد گفتم نهالش به کام دل شه برآید[1]"

یہ باغ اور اس کا "نقش جہان" محل مستقلاً شاہ عباس اعظم

[1] عالم آرای عباسی، ص ۶۲‍۳ - ۶۴‍۳ ؛

کے عیش و عشرت اور جشن کا نظارگی رہتا تھا۔ شاہ ہر طرف سے گھوم پھر کر اور اپنی مہمات سے واپس آکر ضرور کچھ عرصہ اس میں گزارتا تھا۔ اس نوع کے دو تین موقعوں کے نظارے پیش کرنا کافی ہوگا۔ شاہ کے سوانح نگار، اسکندر بیگ کا بیان ہے:

۱۔ سال ۱۰۰۷ ہجری (سال دوازدہم جلوس شاہی) میں "از قزوین عنان عزیمت بہ صوب دارالسلطنت اصفہان انعطاف دادہ در ساعتی کہ نیرین را با کواکب سعدین مقارنہ افتادہ از تربیع و مقابلہ برکنار بودند، باغ جہان آرای نقش جہان از غبار سم سمند جہان پیما بہ تازگی عطر سائی آغاز نہاد، و زمستان را در کمال بہجت و سرور در آن بلدۂ جنت نشان بہ پایان رسانیدند"[۱]

۲۔ سال ۱۰۱۷ ہجری (سال بیست و سیم جلوس) میں "باغ جہان آرای نقش جہان از نکہت گل و سرور بلبل رشک جنان و طراوت بخش روضۂ رضوان گشت۔ پادشاہ موید و منصور در کمال بہجت و سرور بہ طریق معہود در باغ مزبور جشن عالی طرح فرمودہ اطراف نہر آبی را، کہ از میان باغ جاری است، و حوض بزرگی بر مثال دریاچہ درمیان آن ترتیب یافتہ ......

---

[۱] عالم آرای عباسی، ص ۴۴۴

وفی الواقع آن مکان نزهت بخش نشانی از روضهٔ دار القرار و مصداق جنات تجری من تحتها الانهار است، با اکابر و اعیان دار السلطنت مذکور و بلوکات و اهالی خراسان و صواحب تبریز و تجار و اصناف خلایق، که در پای تخت همایون بودند، علی قدر مراتبهم قسمت فرموده، هر طبقهٔ مجلسی طرح انداختند، و اطراف اربعهٔ آن دریاچه را با امرا و وزرا و ارکان دولت و مقربان بارگاه سلطنت اختصاص دادند، و محافل فیض بخش بهجت افزا انعقاد یافته. در برابر هر مجلس چهار طاق ها بر آن تعبیه کردند، و همه شب تا به صبح روشنان سپهر مینائی، که مجلس آرایان عالم علوی و بزم افروزان عشرت سرای ملکوتی اند، به هزاران چشم حسرت بر آن چراغان و مجالس بهشت نشان می نگریستند. و شهریار عشرت آئین محفل آرا همه شب در آن مجالس روح افزا بسر فرموده در هر مقامی که دل نشین خاطر انور می شد، آرام گرفته صحبت پیرا بودند. و نغمه سرایان خوش آهنگ و مغنیان تیز چنگ به نغمات دلاویز و ترنمات شکر ریز غم زدای خواطر بوده. گل رخان لاله عذار از باده های خوش گوار دماغ مجلسیان را تازه و تر می داشتند القصه تا نه شبان روز محافل عیش و نشاط انعقاد یافته، داد خوشی و خوش دلی دادند [95]."

---

۹۵ عالم آرای عباسی، ص ۵۵۰ - ۵۵۱

۳۔ سال ۱۰۲۰۔۲۱ ہجری (بیست و پنجم جلوس) کے واقعات میں ہے کہ ولی محمد خان بادشاہ اوزبک جب شاہ عباس سے ملاقات کے لیے اصفہان آیا تو بیس ہزار بندق انداز کو حکم ہوا کہ "در روز استقبال از شہر تا موضع دولت آباد، کہ سہ فرسخ است، دو رویہ صف کشیدہ ایستادہ باشند، و تمامت چہار بازار نقش جہان و قیصریہ و خانات و قہوہ خانہ ہا را آذین بندی کردہ شہر و بازار چون نو عروسانِ حجلۂ نشاط آرایش یافت ...... در آن ایام خجستہ فرجام جہت تنشیط خاطر و انبساط ضمیر اکثر اوقات در میدانِ نقش جہان کہ نگارستان صوری و بہارستان معنوی بود، با مخصوصان و مقربان بہ نشاط چوگان بازی و قبق اندازی و آتش بازی ہا ..... مشغولی می فرمودند .... مکرراً صحبت ہای چراغان و مجلس ہای نقش جہان اتفاق اُفتادہ۔ در اوّل تحویل سرطان، کہ بہ عرف اہل عجم و شگون کسریٰ و جم روز آب پاشان است، بہ اتفاق در چہار باغ صفاہان تماشای آب پاشان فرمودند۔ و در آن روز زیادہ از صد ہزار نفس از طبقات خلایق و وضیع و شریف در خیابان چہار باغ جمع آمدہ بہ یک دیگر آب می پاشیدند۔ از کثرت خلائق و بسیاری آب پاشی، زایندہ رود بخشکی پذیرفت! و فی الواقع تماشای

غری است![1]"

تفرشی نے دو اور ایسے مقامات کا نام لیا ہے، جن کو عباس اعظم نے بسایا تھا: فرح آباد، جسے اس نے "تلازم دربار کے باب میں عالم قدس کے لیے مستعار منہ بنایا ہے"، اور اشرف، جس سے جہان تجرد کے لیے استعارہ کیا ہے۔ اس مقام پہ ان دونوں کے باب میں کچھ تفصیل مناسب معلوم ہوتی ہے۔

شہر فرح آباد بحر خزر کے ساحل پہ شہر ساری کے عین شمال میں تقریباً بیس میل کے فاصلے پہ واقع ہے۔ سنہ ۱۰۲۰-۱۰۲۱ ہجری (سال بیست و پنجم جلوس شاہی) میں اس کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس سے قبل اس کا نام طاہان تھا۔ صاحب عالم آرای عباسی کا بیان ہے کہ "چون آن مکان نزہت بخش لیاقت شہریت را استعداد تربیت داشت، زیرا کہ رود خانہ ہا...... در وسط آن بقعہ...... جریان یافتہ بہ دریای ریزد، و آب دریا منظور ساکنان آن سرزمین و در نظر نظارگیان از بدایع آفریدگار زمان و زمین است، ہمگی ہمت خسروانہ بہ زینت و تعمیر آن بلدہ مصروف

---

[1] عالم آرای عباسی، ص ۵۹۱ تا ۵۹۳

داشتہ عمارات عالیہ بر منازل مرغوبۂ دولت خانۂ ہمایوں افزودند و چون در مدت اقامت ہمیشہ فرح و سرور در خاطر نزدیک و دور افزایش داشت آن خطۂ فرح بخش را بہ فرح آباد موسوم گردانیدند و ہر سال در عمارات و باغات افزودہ بازارگاہ و حمامات و مساجد و کاروان سراہا بنا فرمودہ بہ اتمام آن موفق گشتہ اند و از بلدۂ مذکور تا خطۂ ساری، کہ چہار فرسخ است، خیابان طرح فرمودہ .... ادرا سنگ بست قرار دہ اند، کہ از معایب گل و لای موا بودہ باشد ..... و الیوم، کہ تاریخ ہجری بہ ۱۰۲۵ رسیدہ، بہ توجہ عالی ہمایون اعلیٰ آن بلدہ طیبہ از بسیاری عمارات دل کشا و باغات و بساتین فردوس نما و کثرت خلایق رشک بلاد عالم و مصر جامع است[۱]"

قصبہ اشرف مازندران: سنہ ۱۰۲۱ ہجری (سال بیست و ششم جلوس) میں آباد کیا گیا۔ "معمار ہمت والا و طراح طبع ہمایون ...... در قصبۂ شریفۂ اشرف از قصبات مازندران، کہ بہ ولایت پنج ہزار موسوم است و بہ دارالمومنین استرآباد اقرب و فی الحقیقت بہ نزاہت و خرمی اشرف امکنۂ آن ولایت است،

---

[۱] ص ۱۰۱

عمارت عالی جهت نزول همایون طرح انداخته حمام و بیوتات و تالارها بر آن افزود........ مولانا محمود بهشتی گیلانی این قطعه در تاریخ بنای اشرف به نظم آورده:

خسرو آفاق شه کامیاب | آن محک باطن هر خوب و زشت
کرد چون در اشرف مازندران | طرح بنائی به صفا چون بهشت
از ره اقبال به فیض قدم | آب و گلش با گل و عنبر سرشت
دست سعادت پی تاریخ آن | بر در او دولت اشرف نوشت

1021

چون آن مکان شریف را از جمیع جهات مسمای اسمش سمت ظهور دارد، و قابل تربیت بود، رفته رفته به توجهات خاطر اشرف شرافتش افزود، و باغات و بساتین جنت آئین مشتمل بر عمارات و حوض خانه‌ها در کمال زیبائی و دل کشائی ترتیب یافته. آب های خوش گوار از کوه بلند به حیاض کوثر آئین و ریاض ارم تزئین آورده فواره‌ها به فنون غریبه و صنایع بدیعه از میان هر حوض بسان شعلهٔ نار، که سر به کرهٔ اثیر کشد، و یا چون گل غران که آتش بازان از باروت سازند، در فوران است. و چون اکثر اوقات زمان اقامت مازندران آن قصبهٔ لطیفه مسکن شهریار کامگار است، مقربان رکاب اقدس نیز منازل مرغوب عمارت نموده اند و کنون

قصبہ نیز شہری بزرگ و بہ میامن تربیت آن حضرت از
مشہورہ است[1]"

شبنم کے مذکورہ مقامات میں سے صرف ایک قلعۂ گلاب باقی
جاتا ہے، جس کا ذکر اس نے صفتِ حوض کی فصل میں کیا ہے:

افق آسمان آب شدہ خندق قلعۂ گلاب شدہ

شبنم کے رائج و متداول نسخے میں مصحح نے جو فرہنگ دی ہے
کی رو سے قلعۂ گلاب ایک قلعہ کا نام تھا جو کوہ کیلویہ پہ واقع
اور معتوب اور سزا یافتہ لوگوں کو وہاں نظربند کردیا جاتا تھا۔
حب فرہنگ نے اسمعیل (اصفہانی ؟) کا ایک شعر بھی نقل کیا
ہے:

وق تو گل در دل من آب گشتہ است
در قلعۂ گلاب بود عندلیب من

نوٹ حموی (۶۲۷ھ = ۱۲۲۹ء) کا بیان ہے کہ جُلّاب (گلاب)
رحران کی نہر کا نام ہے، جو خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں
ودی گئی تھی۔ سید مرتضی زبیدی (صاحب تاج العروس)
نے اسے دیار بکر کے علاقے میں ایک مقام بھی بتایا ہے۔ یہ بھی

---

[1] عالم آرای عباسی، ص ۶۰۵

ممکن ہے کہ ہمارے مصنف نے لفظ گلاب سے فائدہ اٹھا کر حوض کو استعارے کے طور پر قلعۂ گلاب کی خندق کہا ہو۔ واللہ اعلم ؛

معلوم ہوتا ہے کہ عباس اعظم کو ایران سے وہی نسبت تھی جو شاہ جہان بادشاہ کو ہندوستان سے۔ عباس اعظم کو تعمیرات کرنے اور نئے نئے شہر اور بستیاں آباد کرنے سے ویسا ہی شغف تھا جیسا شاہ جہان کو۔ اگرچہ اس کی تعمیرات کا ذکر کرنا فی الحال ہماری گفتگو کے مضمون سے خارج ہے، لیکن ضمناً ان کے مختصر ذکر میں زیادہ قباحت بھی نہیں معلوم ہوتی ؛

دارالسلطنت اصفہان کے باہر "باغ بہشت فراغ ارم آرام فردوس فرجنت نزہت علیین آئین باغ عباس آباد جدید" کے علاوہ "میدان شاہ" بنایا گیا تھا، جس میں قصر سلطنتی، ایک عالی شان مسجد اور بڑے بڑے بازار بنائے گئے تھے۔ اس میں ایک نقارہ خانہ تھا، جس میں مخصوص ایام اور اوقات میں نقارہ بجایا جاتا تھا۔ میدان کے وسط میں ایک اونچے ٹیکرے پہ ایک وسیع و عریض چبوترہ تھا، جس پر شاہی رسوم اور تقریبات کے موقعوں پہ ایک طلائی قبہ لگا دیا جاتا تھا۔ یہ قبہ تیر اندازی کے کمالات کی نمائش میں ہدف

کا کام دیتا تھا۔ اس سے کچھ ہٹ کر سنگ مرمر کے دو ستون نصب
تھے، جو چوگان بازی میں حدود کی نشان دہی کرتے تھے۔ قصر سلطنتی
کے شمال مشرقی رخ پر ایوان عالی قاپو تھا۔ عید نوروز کی تقریب
میں دوسرے ملکوں کے سفیر اسی ایوان میں شاہ کے حضور میں
باریاب ہوتے تھے۔ باغ کے مقابل میں قصر چہل ستون تھا، مگر
ستونوں کی تعداد صرف بیس تھی۔ اس کی دیواریں سنگ مرمر کی
تھیں اور ان پر آئینہ کاری کی گئی تھی۔ "میدان" کی غربی سمت
میں قصر باغ بہشت تھا۔ یہیں سے جنوب کے رُخ پر چہار باغ
کی کیاریاں شروع ہوتی تھیں اور زاینده رود تک پھیلتی چلی جاتی
تھیں۔ چہار باغ کے خیابان میں ایک پل تھا، جو شاہ عباس
کے ایک امیر کبیر کے نام پر پل اللہ وردی کہلاتا تھا۔ اسی پل پر
سے مقام جلفا کو راستہ جاتا تھا، جہاں شاہ کے حکم سے
جلا وطن کئے ہوئے ارمنی آباد تھے۔ اسی چہار باغ کے آخر میں
دریا کی جانب باغ ہزار جریب تھا۔

ان اصفہانی عمارتوں کے علاوہ ملک کے اور کئی مقامات
میں کئی قابل قدر عمارتیں تھیں۔

قلعے اور آثار استرآباد "سیاہ پوش" ترکوں کی سرکوبی

کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس قلعے کا اثر یہ ہوا کہ بقول اسکندر بیگ "طبقہ' سیاہ پوشان ...... ہوای سیاہ پوشی از سر بیرون کردہ پای در دامن سلامت و رعیتی پیچیدند' و آن ولایت بہ دستور سایر ممالک ایران مہبط امن و امان گشت[1]"۔

قلعہ تبریز: سنہ ۱۰۱۴ ہجری (سال جلوس ۱۹) میں تبریز کے پرانے قلعے کو مسمار کر کے بنایا گیا۔ اسکندر بیگ کا بیان ہے کہ یہ قلعہ صرف بیس روز کی قلیل مدت میں تیار ہو گیا تھا[2]۔

قلعہ ایروان' سنہ ۱۰۱۵ ہجری (سال جلوس ۲۰) میں تعمیر ہوا۔

قلعہ رشیدی' سنہ ۱۰۱۹ ہجری (سال جلوس ۲۴) میں بنایا گیا۔

نہر کرنگ' سنہ ۱۰۲۹ ہجری (سال جلوس ۳۴) میں تیار ہوی۔ اس سے قبل شاہ جنت مکان اسمٰعیل صفوی نے اسے بنوانا شروع کیا تھا۔ مگر زمین کی سنگلاخی سے عاجز آکر مد اٹھالی تھی۔ عباس اعظم کی ہمت و عزم نے اس مہم کو بھی سر کر لیا۔

قلعۂ گنجہ' سنہ ۱۰۲۱ ہجری میں تعمیر ہوا۔

اس تین سو سال کے عرصے میں ان میں سے اکثر و بیشتر

---

[1] عالم آرای عباسی' ص ۴۰۲

[2] ایضاً' ص ۴۷۵ - ۴۷۶

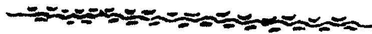
عمارتیں خراب اور ویران ہو چکی ہیں ۔ باغ عباس آباد بھی اب ویران ہے ۔ لیکن جہاں اور چیزیں نیستی کے قعر میں پہنچ گئیں، ظہیرای تفرشی کے قلم جاوید رقم نے اس باغ کو نہ صرف ویرانی سے بچا لیا، بلکہ جب تک سیہ بر سفید لکھا ہوا موجود ہے — اور وہ ابھی ایک اور طویل عرصے تک موجود رہے گا — عباس آباد جدید کے باغ کا نام صفحۂ ہستی پر قائم رہے گا ۔ یوں تو پھر کل شیٔ ھالکٌ إلا وجھہ ۔

قبل اس کے کہ میں اس بیان کی کوتاہی اور تشنگی کے لیے عذر خواہی کرتے ہوئے ان مختصر صفحات کو ختم کروں، ایک امر مختصراً عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں، اور وہ اس نسخے کی رسم تحریر سے متعلق ہے ۔ شروع سے آخر تک حتی الوسع احتیاط کے ساتھ تمام اضافی اسماء پر اضافت دے دی گئی ہے ۔ آخری ہای ہوز اور یاے تحتانی کی اضافت کے بارے میں اس کا خیال رکھا جاے کہ

(الف) جس آخری ہ پر ہمزہ دیا گیا ہے وہاں اضافت نہیں نہیں دی گئی، وہی ہمزہ اضافت کا نمایندہ ہے ۔

(ب) جس آخری ی کے نیچے نقطے دیے گئے ہیں اس پر

اضافت پڑھنی چاہیے۔ البتہ جہاں آخری الف یا واد
کے بعدی واقع ہوی ہے اس ی میں نقطے نہیں دیے گئے مگر
اضافت پڑھی جاے گی ؛
امیدکہ اس سے ناظر کتاب کو پڑھنے اور سمجھنے میں اور ایک
گونہ سہولت ہوجاے۔ آمین ؛



بسم اللہ الرحمن الرحیم

شبنمِ شاداب ہرگونہ ستایش و ثنائی کہ از ہوای روح پرورِ بستانِ بیان بر گل برگِ بیانِ سخنوران نشیند، بہ جذبِ استحقاقِ ذاتی، راجع بہ جنابِ آفتاب نقابِ بہار پیرائی است، کہ در بیت المقدسِ گلشن مریمِ غنچۂ مسیح دم را دہانِ روزہ دارِ صمت بہ کلمۂ طیبۂ ھو (کہ اسمِ اعظمِ اوست) کشودہ، و قامتِ سروِ الف استقامت در غلالۂ آنِ لالہ بہ صورتِ نفیِ ماسوا اثباتِ معنیِ توحیدش نمودہ. مہد جنبانیِ نسیمِ مرحمتش اطفالِ غنچہ را بہ گہوارۂ گلبن در شکر خوابِ بہاری کردہ، و گلاب افشانیِ شبنم+ ملاطفتش شوخ چشمانِ نرگس زار را از گران خوابِ غنچگی بیداریِ شگفتگی بخشیدہ!

شمیمِ مشکینِ نکہتِ ہر نعت و منقبت، کہ بہ عطر سائیِ نسیمِ صبح خیز نفس از غنچۂ دہانِ ثنا پروران دمیدن گیرد، شایستۂ

+ شمیم

شمائلِ لالهٔ سرخِ محمدی و گل های آلِ او، که گلِ مهرِ نبوت جز بر گلبنِ بر و دوشِ نازنینِ او نه شگفیده ؛ و شبنمِ حدیثِ فرشته جز در نسترنِ سمعِ مقدسِ ایشان نه چکیده ؛

اما بعد :

گل چینِ اندیشه را از چمنِ پرُ گلِ تخیل نرگسِ حیرتِ این نکته می شگفد که بادیه پیمایانِ مراحلِ عرفان را این چه نقوشِ گوناگون است که از سطحِ سرابِ† هیولانی بر حبابِ دیدهٔ تماشائی موجِ جلوه می زند! و نظارگیانِ سرِ کوی ایقان را این چه تماشیلِ رنگارنگ است که اعجوبه نمای نامیه از پردهٔ خیالِ مادّه صورتِ نمو‡ می دهد! طوطیِ فلک را از یک بیضهٔ زمین چندین فرخِ فرُخِ نازنین، این چه سیمیا است! و اکسیریِ آسمان را از یک بوتهٔ گلُ این همه زر و سیم، این چه کیمیا است! مشاطهٔ حُسن آفرینِ فروردین بر گوش و گردنِ عروسانِ تازه روی نوبهار زیورِ ریاحین و ازهار به آئینی نه بسته، که به تماشا ایستادنِ آسمان فصیلِ فصلِ تابستان در راهِ غارتیانِ

---

† سراب

‡ نمو

خزان نه کشد. و دایهٔ مهر سرشتِ اُردی بهشت زلف و کاکلِ نازنینانِ گلشن را بر طرفِ عارضِ دل آرا به درستی نه شکسته، که باریکیِ نظربازِ آفتاب رقیبانِ شب رو کواکب را سرِ هم چشمی زیرِ سنگِ زمین نه نهد ؛

نظارهٔ این حور وشانِ حجله نشینِ غیب، که به جلوه انگیزیِ تجلّیاتِ جمال به صد هزار غنج و دلال از کوهِ قوّت سر به فضای فعل بر کرده اند، بالغ نظری را سزا†، که تراکمِ غبارِ این کثوات - که ذراتِ مبثوثهٔ جوِّ امکان اند، و به فیضِ پرتوِ خورشیدِ حقیقت در رقصِ ظهور آمده - شوایعِ باصرهٔ بصیرتش را از مشاهدهٔ جانانهٔ یگانهٔ وحدت نقابِ ارتیاب نه بندد. بی تکلف به جوشِ شرارِ لاله زار، که از سنگِ آتشِ کوهسار به صدماتِ چقماقِ روزگار بیرون ریخته، هنگامهٔ نشاطی در نه گرفته که سنگِ سرمهٔ دلِ اربابِ قساوت را در آهنین حصارِ یخِ افسردگی سپندِ آتشِ گرمی نه کند ؛ و به موی سبزهٔ هفت اندامِ زمین، که از دهشتِ نهنگانِ سیلابِ بهاری برخاسته، دامِ عیشی گسترده نه شده که ماهیِ خاردارِ زبانِ ملامت گویان را در تابهٔ سوخته برشتگی در روغنِ چرب و نرمی بیندازد ؛

---

† حلال

نوروز رسید، شد جهان دارِ سرور

و از لاله و گل روی زمین عارضِ حور

هر قطعهٔ ابر جلوهٔ صبحِ صفا،

هر لمعهٔ برق موجهٔ لجّهٔ نور!

دم به دم روائحِ نسرین و ریحان، چون نفسِ تهلیلِ مستجان، سبک بال به معراجِ اجابت پریدن؛ و زمان زمان رشحاتِ ژاله و باران، مانندِ فوجِ فرشتگان، عرق ناک از عرشِ رحمت رسیدن. در و دیوارِ روزگار به زبانِ سبزهٔ نوخیز ترنّم ریزِ ترانهٔ خوشی و خرّمی؛ و شاخ و برگِ بوستانِ زمان به بالِ بالیدگی سبک پردازِ هوای نزهت و بی‌غمی. به نشاط افزائیِ وزیدنِ شمال جوی بارِ لبِ جهانیان را خندهٔ نشاط و طرب گلِ خود رُو؛ و به غم فرسائیِ دمیدنِ صبا کهسارِ دیدهٔ عالمیان را خوابِ آسایش و راحت گلِ شب بو. خاک، اگر همه غبارِ خاطر، به آبِ تردماغی در سبزهٔ خرّمی دمانیدن؛ و خار، اگر همه نیشِ درون، به نسیمِ اهتزاز در گلِ شادمانی شگفانیدن. درین جوشِ طراوت اگر فتیلهٔ عنبر به دعویِ خونسردی برخیزد، مشکل که به رشحه ریزیِ رطوبت خویِ خجالت بر جبینِ منکران نه نشاند؛ و درین غلوِ نکهت اگر

دماغِ سوختهٔ مجمرِ فسرده سودای غنچگی نه پزد، عجب که به عطسه انگیزیِ هجومِ رایحهٔ سرِ تحسین و تصدیقِ حریفان بپایی نه جنباند! به سازگاریِ اعتدالِ هوا جنگِ آتش و پنبه به صلحِ شگوفه و گل هم آغوش؛ و به هموارکاریِ ملایمتِ نسیم خشونتِ مرقع با لینتِ گل بدن دوش بدوش. از غرور انگیزیِ هوا و نخوت آوریِ نشو و نما پلنگِ شاخِ شگوفه در اندازِ بر برهٔ ستاره جستن؛ و شیرِ سرخِ گل تارِ پنجه باز در گردنِ گاوِ گردون شکستن. نقشِ قابلیتِ نشو و نما چنان نه نشسته که سرِ قلمِ فولاد در آبِ زرینِ نگین به سبز کردنِ حرف این دعوی ریشهٔ جوهر نه دواند؛ و سررشتهٔ عمومِ انبساط به سرحدی نه پیوسته که کهسارِ بدخشان، چون وادیِ نعمان، به سرخ روییِ مدعیِ این سخن لالهٔ لعلِ سیراب نه شگفاند!

امروز گل زمینی که هزار بلبل گرفتار نه دارد، کجا است! و سرکوئی که صد رنگ گل بر دستار نه زند، کو! مطربِ وقت برگ و ریشهٔ خشک و ترِ سازِ دل نوازِ اهتزازِ به قانونی نه نواخته که اگر بلبلانِ سبک پروازِ خدنگ از شاخِ کمان بر غنچهٔ پیکان و گل برگِ نشان به منقارِ سوفار سرایند، عجب

آید؛ و ساقیِ موسم در ساغرِ قالبِ هوائیِ آب و گل شرابِ
سرشارِ هوش به کیفیتی نه ریخته که اگر در و دیوارِ گلشن به چشم
و گوشِ حلقه و رخنه نازِ و نیازِ گل و بلبل ببینند و بشنوند،
شگفت نماید! از طغیانِ موادِ دموی، که به شیر و شکرنوشی برف
و باران در اندامِ طفلِ نازنینِ زمین تولّد یافته، حجامتِ گل
نمودنِ دوشِ گلبُن بالیدگی افزای آبلهٔ ژاله؛ و فصدِ فواره
کشودنِ مرضعهٔ آب مزیدِ علّتِ سُرخچهٔ شقائق و لاله. به اقتضای
فصل از بیابانِ طینتِ زاهدان، مرغ زارِ آب و
گلِ رندان، لالهٔ عشق پیشگی و سنبلِ شوریده مشربی و ریحانِ
شلائینی دمیدن سرکرده؛ و از خشک رُودِ مشربِ پیران، چون
جوی بارِ طبعِ جوانان، حبابِ نظربازی و طرب و فوارهٔ لهو و
لعب جوشیدن آغاز نهاده. و سنار بندانِ شاخسار، که
حسب الحکمِ جهان مطاعِ نوروزِ سلطانی از سرکارِ فیض آثارِ نوبهار
به زرهای تازهٔ سکهٔ شگوفه همه سال موظّف بودند، تا دینارِ آخر
در کارِ شاهدپرستیِ بتانِ آب دندانِ غنچه‌های پرشبنم و خندان به
بادستی بر دادند؛ و ازرق پوشانِ چنار، که از هجوم دستِ ارادتِ
به نوخطانِ اوراقِ شاخ و برگِ پیری را و پیشوائی بر خود چیده،

دعوی های بلندِ عرش روی و لاف های گزافِ آسمان سیری
می زدند! چه گویم که به ذوق بخشیِ نسیمِ وجد انگیز و طرب افزائی
بادِ حالت آور چه پاکوبی ها و دست افشانی ها سر کردند! و درین
خجسته موسم — که به قطره ریزیِ ابرِ آذری و موج انگیزیِ نسیم
نوروزی دریای اخضرِ نوبهار به تلاطمِ نشو و نما کفِ شگوفه بر
آورده، و مد و جزرِ شمائلِ درختان آغاز نهاده، و به موجِ رطوبتِ
هوا طوفانِ خرمی و نشاط کرده، و از جوشِ چارگلِ بساتین به
چار موجهٔ شگفتگی و انبساط درآمده — گوهر طلبانِ صفای وقت را
جامِ بادهٔ کهن کشتیِ نوحِ ورطهٔ غم، و زمزمه سنجیِ مرغانِ چمن شُرطِ
سفینهٔ شادی است. اکنون لنگر گو سنگین نشین! و بادبان گو بادپیما!
که زورقِ زرقِ دریا را ابروی طنازِ موجِ سبزه به یک اشاره،
و چشمِ غمّازِ حبابِ شبنم به نیم کرشمه، از ساحلِ زهدِ خشک به گردابِ
ماهتابیِ باغِ بهشت فراغِ ارم آرامِ فردوس فرِّ جنت نزهتِ
علیین آئینِ عباس آبادِ جدید (صفیِ بسجالِ التأمیل) انداخت،
و رخت و رکیبِ صبر و شکیب و دودمانِ عقل و هوش را طعمهٔ
نهنگانِ جدا دلِ لب گردان ساخت. طوطیانِ اوراق از جزیرهٔ خضری

چنار در [illegible] زمزمهٔ

«مرغابی شو که کار با طوفان است!»

صعوه‌همتانِ غم‌کدهٔ خاک را به سیرِ عالمِ آب صلا زدند. خامهٔ طاؤس رفتارِ عندلیب منقار، که خروسِ عرشِ وقت‌شناسی است، در سپیده‌دمِ این صبحِ خرمی خواب آلودگانِ دیجورِ دنیاپرستی را به ادای فریضهٔ صبوحی به گل‌بانگِ صریرِ تحریرِ این غزلِ تازهٔ رندانه اقامت کرد:

نوبهار است، بیا تا درِ خمّار زنیم!
برقی از موجِ قدح در خسِ پندار زنیم!

از صراحی و قدح برگِ گل و غنچه کنید
تا چو گلبن پس ازین خیمه به گلزار زنیم!

وقت آن شد که چو فواره ز کف بگذاریم
سرِ آبی که بر آن ساغرِ سرشار زنیم!

دلم از صومعه و از خرقهٔ سالوس گرفت
خیز تا ساغرِ می بر سرِ بازار زنیم!

وقت دریاب، که با پشتِ دوتا هم چو فلک
خوش‌نما نیست، که گل بر سرِ دستار زنیم!

وضعِ دوران چو در آئینهٔ مستی نگریم
خنده‌ها بر غلطِ مردمِ هشیار زنیم!

۹

وضعِ دوران چو در آئینهٔ مستی نگریم
خنده ها بر غلطِ مردمِ هشیار زنیم!

سال ها است که نخل بندِ ناطقه به گل چینیِ توصیفِ این حوضهٔ رضیه رخنه جوی گلشن گری است اکنون که گلِ این تقریب دندانهٔ کلیدِ خامه گشت، دستِ سحرکی چرا نیازد؟ و چرا خود را به باغ نیندازد؟



صفتِ حوض

تبارک الله تعالیٰ صفوتِ این حوضهٔ کوثر لطافت
سلسبیل سلاست، که جمالِ باکمالِ زلالش در پیرایهٔ افضل الاشکال
نیلِ بدنامیِ نقصان بر چهرهٔ ماهِ تمام کشیده، و صباحتِ رخسارهٔ
صفاپرورِ سلسالش آبِ چشمهٔ حیات را در خُم سیاهِ ظلمات گردانیده۔
دهقانِ آفتاب، به چرخِ دوّار و گاوِ ثور و به دلوِ زرینِ زمین و
رسنِ عکس، آبِ ضیا ازین زمزمِ صفا کشیده، و باغِ زمانه را سیرابِ
روشنی گردانیده۔ یا، عکسِ آفتاب آبگینهٔ آب بر سر کشیده، و به
طنابِ زرتارِ شعاع در آویخته، درین محیطِ لطافت از صدفِ صورتش گوشه
نواحیِ لآلیِ شبنم مثالی می نماید۔ صوفیِ صُفّهٔ صفا است که دست از غبارِ کثرتِ
ماسوا شسته، و از جداولِ دائره پیکر در کمندِ وحدت نشسته، به نورِ
صفای باطن درون و برون موافق دیده، و به مرتبهٔ تطبیقِ انفس
و آفاق رسیده۔ روشن دلی مسند نشین است که به عزائم خوانیِ
تموج تسخیرِ پری نژادان پری خانهٔ گلشن کرده۔ همگنانش بر قدم

خدمت‌گاری، و حکم آبش بر همه جاری. بدرِ منیرِ آسمانِ لطافت است در وسط‌السماءِ گلشن خرگاهِ هالهٔ لاله زده، و آسمانِ سبزهٔ چمن، و ثوابت و سیارهٔ شگوفه و نسترن، کهکشانِ جداولِ لب‌گردان و اشکالِ جنوبی و شمالی درختان، و بیت‌المعمورِ قصرِ مینو سرور، را به فرِ طلعتِ تابان روشنی به روشنی و رونق به رونق افزوده.

حوضه† از جدولِ الف مانند روشن آئینه‌ای است بسته بلند
گردِ آن نقطه نهرِ دائره وار مرکزِ لطف را خجسته مدار
اُفقِ آسمان آب شده خندقِ قلعهٔ گلاب شده

اکنون سامانِ سلامتی چون فواره و ذخیرهٔ نفسِ تازه چون حباب کجا است، تا تر زبانِ توصیفِ فواره و حبابِ جوی بارش تواند شد!

---

† گلشن

صفتِ فواره و حباب

چه فوارهٔ شیرینِ خیمه‌نشین است ، گیسوی گوهرکشش
رشحه بر تنِ بلورین افشانده ، و پرویزِ حباب از دور با چشمِ
نم‌ناک به تماشا ایستاده . حباب‌ها به رنگِ فاخته با سروِ روانِ
فواره در نظربازی ؛ و شمع و پروانه از غیرتِ گرمیِ این هنگامه
در اشک‌ریزی و جان‌گدازی . آب کدام ؟ جوشِ سیماب است
که از چاهِ فواره به جذبِ طلای آفتاب جَستن نموده ، و نیزهٔ غازیان
است که نارنجِ خورشید به نوکِ سنان ربوده !

ز عکسِ گل و لالهٔ شعله سوز   شده شمعِ فواره بستان‌فروز
به چوگانِ فواره گویِ حباب   به هر سو زده بازوِ موجِ آب

چوبین زبانِ خامه را ، که به آبروی این توصیف
به فوارگیِ جدولِ مسطر عَلَم شده ، گو زلالِ سلامت نوش باد !
وقت آن است که از رنگین رقمیِ سخن و سهی سرویِ گلشن صفحه
انگشت‌نمای رعونت گردد !

صفتِ باغ

تعالی الله نزهتِ روضهٔ بهشت بهجتِ طوبیٰ طراوت! که
تا صیادِ آفتاب، دامِ عالمگیرِ پرتو بر دوشِ گردِ هندِ سوادِ امکان
برآمده، به این نقش و نگارِ طاؤسی در شبکهٔ شعاع نیفگنده؛
و تا بوالعجبِ متخیّله، پردهٔ خیالِ بازیِ اندیشه در پیشِ چراغِ
ضمیر کشیده به این آرایش و آئینِ باغچهٔ سلیمانی به نظرِ
تماشائیانِ حواس در نیاورده؛ نسیمِ حدیثِ نظیرش بر گلِ نسترنِ
گوشی نه وزیده، و سنبلِ رقمِ عدیلش پیشِ نرگسِ چشمی نه دمیده
اطلسِ رومی رنگ باختهٔ قمارِ نازک قماشیِ گلِ نارش، و مخملِ فرنگی خود
را به خواب انداختهٔ همچشمیِ بی صرفهٔ سبزه‌زارش. صبح از شکرِ خوابِ
شبانهٔ شناون کرده که به روی شگفتهٔ نسترن زارش برخیزد؛ و
شفق از دودمانِ لاله‌ستانش برخود مبارک دیده که چراغ
افروزد. قامتِ رعنای سروهایش را چشمِ گوهر دیده، در آوازِ

+ مستانه